سلسلة مطبوعات المكتب بغير العربية رقم (٢٣)

المنكرات في العقائد والأعمال والعادات

«باللغة الأردية»

www.KitaboSunnat.com

تأليف
عبد السلام رحماني

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالشفا
الرياض - ١١٤١٨ ص.ب ٣١٧١٧ هاتف: ٤٢٠٠٦٢٠ ناسوخ: ٤٢٢١٩٠٦

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

کتاب رقم 1065
مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

الابداع فی مضار الابتداع

المنکرات

فی

العقائد والاعمال والعادات

از افادات:

شیخ علی محفوظ رحمہ اللہ

(م: ۱۳۶۱ھ - ۱۹۴۲ء)

تالیف

عبدالسلام رحمانی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ⓒ المكتب التعاوني للدعوة والارشاد بالشفاء . ١٤١٩هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

رحماني ، عبدالسلام

المنكرات في العقائد والاعمال والعادات .ـ الرياض.

... ص؛..سم

ردمك ٤-٠٨-٨٤٣-٩٩٦٠

(النص باللغة الاوردية)

١- البدع في الاسلام ٢- التوحيد أ- العنوان

ديوي ٢١٢،٣ ١٩/٢٤٣٧

رقم الإيداع : ١٩/٢٤٣٧

ردمك : ٤-٠٨-٨٤٣-٩٩٦٠

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

۱ــ تقریظ	۷
۲ــ پیش لفظ	۱۵
۳ــ وہ بدعات ومنکرات جن کا تعلق مساجد سے ہے	۲۳
۴ــ منبر کے پاس کھڑے ہو کر جمعہ کی اذان دینا	۲۵
۵ــ اذان جمعہ کے بعد مؤذن کا بعض آیات واحادیث کا پڑھنا	۲۸
۶ــ ترنم کے ساتھ اذان دینا	۲۸
۷ــ مسجد میں آواز بلند کرنی	۲۸
۸ــ اجتماعی شکل میں تکبیرات پکارتے ہوئے عیدگاہ جانا	۳۲
۹ــ ارباب طریقت کے ایجاد کردہ ذکر کے طریقے	۳۳
۱۰ــ تزئین مساجد	۳۳
۱۱ــ منکرات تعظیم	۳۵
۱۲ــ تعظیم کی صحیح صورت	۳۵
۱۳ــ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا	۳۷
۱۴ــ وہ منکرات جن کا تعلق میت وجنازہ سے ہے۔	۳۸
۱۵ــ میت کا کفن	۳۹
۱۶ــ جنازہ سے متعلق بعض رائج منکرات	۴۰
۱۷ــ میت کو ثواب پہنچانے کے بعض طریقے	۴۱
۱۸ــ ماتمی و تعزیتی اجتماع	۴۵
۱۹ــ اہل میت کی تعزیت	۴۷
۲۰ــ میت کو مقام وفات سے بہت دور لیجا کر دفن کرنا	۴۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۱ ــ حضرت خضر کی موت وحیات کے بارے میں	۴۸
۲۲ ــ بدعت میلاد	۵۰
۲۳ ــ مواقع خوشی کی منکرات	۵۴
۲۴ ــ شادی بیاہ میں احکام شرع کی پامالی	۵۶
۲۵ ــ منکرات فضیلت کے ایام میں	۶۰
۲۶ ــ بدعات ومنکرات بضمن عبادات	۶۵
۲۷ ــ نماز کی نیت بالجہر	۶۶
۲۸ ــ وسوسہ اور احتیاط میں فرق	۶۸
۲۹ ــ سری نمازوں میں جہر کرنا	۷۱
۳۰ ــ سلام پھیرنے کے بعد دیر تک زور زور سے دعا پڑھنی	۷۲
۳۱ ــ منکرات تراویح	۷۲
۳۲ ــ ۱۵ر شعبان کی بدعات	۷۳
۳۳ ــ صلوٰۃ الرغائب	۷۵
۳۴ ــ چراغاں کرنا مجوسی سازش	۷۶
۳۵ ــ بدعی دعائے شب برأت	۷۷
۳۶ ــ خواص امت کی بے حسی وخاموشی	۷۸
۳۷ ــ احساس مسئولیت کا فقدان	۸۳
۳۸ ــ چراغ تلے اندھیرا	۸۴
۳۹ ــ ایں خانہ ہمہ آفتاب است	۸۵
۴۰ ــ روزہ سے متعلق منکرات	۸۶
۴۱ ــ حج سے متعلق منکرات	۸۸
۴۲ ــ ایک عجیب غلط بیانی	۹۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۳ــ ایک واقعہ	۹۳
۴۴ــ منکرات حلقہ تصوف و ارباب طریقت میں	۹۸
۴۵ــ خود ساختہ اذکار و وظائف	۹۹
۴۶ــ اسم مفرد سے ذکر	۱۰۶
۴۷ــ ذکر کے ساتھ رقص و غناء	۱۰۷
۴۸ــ ذکر میں تالی بجانا	۱۰۹
۴۹ــ فاتحہ بہ نیت فلاں	۱۱۰
۵۰ــ نظریہ شریعت و حقیقت	۱۱۰
۵۱ــ لفظ "صوفی" کی تشریح	۱۱۱
۵۲ــ اعتقادی بدعات و منکرات	۱۱۱
۵۳ــ غلط اعتقاد بابت نزول جبریل	۱۱۲
۵۴ــ بابت شب قدر	۱۱۳
۵۵ــ بابت شب معراج	۱۱۳
۵۶ــ بابت طفل مختون	۱۱۴
۵۷ــ جنت میں ندامت و غم	۱۱۴
۵۸ــ نیک و بد کا غلط تصور اور اس کی صحیح پہچان	۱۱۵
۵۹ــ عقیدۂ سعد و نحس	۱۱۸
۶۰ــ چھوت چھات بدشگونی و بدفالی	۱۱۹
۶۱ــ قسام ازل پر اعتراض	۱۲۱
۶۲ــ فائدہ و نقصان مطابق گمان کا غلط تصور	۱۲۳
۶۳ــ توکل کا غلط تصور	۱۲۳
۶۴ــ منکرات بضمن ضیافت و شادی و دعوت ولیمہ	۱۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۵ــ تکلفات	۱۲۵
۶۶ــ رسم ورواج کی لعنت	۱۲۸
۶۷ــ سادگی کا نمونہ	۱۳۰
۶۸ــ رسوم کی مخالفت	۱۳۲
۶۹ــ رجوع الی الموضوع	۱۳۲
۷۰ــ فضول خرچی و محرمات کا ارتکاب	۱۳۳
۷۱ــ آداب ضیافت	۱۳۵
۷۲ــ شکم پری	۱۳۷
۷۳ــ اجتماعی خوردونوش باعث برکت	۱۳۸
۷۴ــ معاشرے اور عادات میں پائی جانیوالی منکرات	۱۴۰
۷۵ــ غم خواری وخبرگیری	۱۴۰
۷۶ــ المجالس بالامانۃ	۱۴۳
۷۷ــ مسکین نوازی	۱۴۵
۷۸ــ تکریم علماء واکابر	۱۴۸
۷۹ــ سلام شرعی و غیر شرعی	۱۵۰
۸۰ــ حقوق مسلم	۱۵۵
۸۱ــ خدام کا خیال	۱۵۶
۸۲ــ تحقیر و تمسخر کی علت	۱۵۷
۸۳ــ عزت وذلت کا معیار	۱۵۷
۸۴ــ لاٹری	۱۵۹
۸۵ــ ترقی وتقدم کا غلط تصور	۱۵۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن اھتدیٰ بھدیہ الی یوم الدین۔ اما بعد:

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب کہ میں مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کا ناظم اعلیٰ اور اس کے آرگن "پندرہ روزہ ترجمان" کا مدیر تھا ایک دن جب کہ ترجمان کا تازہ شمارہ تیاری کے مرحلہ میں تھا شیخ علی محفوظؒ کی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع" میرے ہاتھ میں آگئی۔ میں نے اُس کے اوراق اُلٹتے ہوئے ایک سرسری نظر اُس پر ڈالی تو باب ثانی میں جو بدعات ومنکرات ورسوم شیخ نے ذکر فرمائی تھیں نظر آیا کہ اُن میں سے بہت سی تو ہمارے یہاں ہندوپاک میں بھی پائی جاتی ہیں اور اُن میں کئی ایسی بدعات ومنکرات بھی ہیں جن پر عامۃ الناس کو کم ہی توجہ دلائی جاتی ہے کہ یہ اُمور از قبیل بدعات ومنکرات ہیں۔

مجھے ترجمان کے زیر ترتیب شمارہ کا اداریہ لکھنا تھا خیال ہوا اسی کا کچھ حصہ اداریہ میں دیدوں، چنانچہ میں نے اُسی وقت اس کے بعض پیراگراف کو کچھ حذف واضافہ کے ساتھ اپنے لفظوں میں منتقل کیا اور اُسے اداریہ کالموں میں دے دیا۔ پھر مزید افادیت کے پیش نظر دوسرے وتیسرے شمارے میں بھی اس کے کچھ حصے دیدیئے۔ قارئین ترجمان نے اس سلسلہ کو بہت مفید وپسندیدہ قرار دیا اور بعض حضرات کی طرف سے اصرار ہوا کہ اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے۔ مجھے بھی یہ سلسلہ بہت مفید نظر آیا۔ چنانچہ میں نے اسے اداریہ کالموں سے نکال کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمان کے دوسرے صفحے میں قسط وار دینا شروع کردیا۔ جب تازہ شمارہ تیاری کے قریب ہوتا تو کتاب مذکور میں مندرج جن منکرات کا ذکر یہاں کے لئے مناسب نظر آتا اس کی آزاد ترجمانی کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ اپنے لفظوں میں کر دیتا اور کتابت کے لئے دے دیتا۔ اس طرح بعض شماروں میں ناغہ کے ساتھ اس کی اکیس قسطیں (از ۱۵ اپریل سنہ ۷۶ء تا ۱۵ اکتوبر سنہ ۷۸ء) ترجمان میں شائع ہوئیں۔ پھر بعض طویل مصروفیات کی بنا پر اس کے بعد والے کئی شماروں کے لئے اگلی قسطیں لکھی نہ جا سکیں اور اس طرح یہ سلسلہ بند ہو گیا۔

اب جب کہ ترجمان میں شائع شدہ اُن اقساط کو کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے اس سے متعلق بعض اُمور کی وضاحت کر دینی مناسب سمجھتا ہوں :۔

۱۔ "الابداع فی مضار الابتداع" $\frac{۲۰×۳۰}{۸}$ سائز کے ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل کسی قدر ضخیم سی کتاب ہے۔ اس سے میں نے جس قدر لیا ہے اس کی حیثیت "بس غیض من فیض" کی ہے اور اس سے اخذ و ترک کسی خاص پروگرام کے تحت نہیں ہوا ہے سوا اس کے کہ اس پر سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے جو موضوع اور جو پیراگراف لے لیتا کسی وجہ سے مناسب نظر آیا اسے لے لیا باقی چھوڑتا گیا۔ نیز جو موضوع اور جو پیراگراف لیا ہے اس کو بھی نہ پورا لینے کا التزام کیا ہے نہ من وعن اسے ذکر کیا ہے عموماً ایسا ہوا ہے کہ جو حصہ لیا ہے اُسے اختصار سے لیا ہے اور بہت ایسا ہوا ہے کہ اُسی سلسلۂ بیان میں اپنی طرف سے بھی کچھ مواد شامل کر دیا ہے جن میں سے کچھ کو کتاب سے مقابلے کے بغیر ممتاز کرنا بھی مشکل ہے اس لئے کوئی صاحب اِس کتاب سے کوئی اقتباس لیں تو براہِ راست "الابداع" کا حوالہ نہ دیں جب تک کہ خود "الابداع" کی طرف رجوع نہ کر لیں۔

۲۔ کسی کتاب کے ترجمہ کی جو حیثیت ہوتی ہے وہ میری اس کتاب کی نہیں ہے بلکہ میں نے کچھ بدعات و منکرات و رسوم کو ذکر کرنے کے لئے "الابداع" کو بنیاد بنایا ہے جیسا کہ خود شیخ علی محفوظ نے الابداع کے بعض حصوں کے لئے "الاعتصام للشاطبیؒ" کو اور بعض کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے کتاب المدخل لابن الحاج کو بنیاد بنایا ہے۔ اور جیسا کہ بیشمار کتابیں ہیں جن کی بنیاد اُس سے پہلی کی بعض کتابیں ہیں جو کچھ حذف و اضافہ کے بعد الگ تصنیفات قرار پائیں۔

۳۔ میں نے ترجمان کے لئے جب اسے لکھا تھا تو دفتر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث میں رہ رہا تھا جس میں اُن دنوں نہ کوئی لائبریری تھی نہ حسب ضرورت کتابیں تھیں۔ اور جب ترجمان میں شائع شدہ ان قسطوں کو کتابی شکل دینے کے لئے مرتب کیا تو میں اُن دنوں دار الافتار ریاض کی طرف سے تین ماہ کے لئے نیوزی لینڈ کے دورے پر تھا۔ وہاں بھی میرے پاس تحقیق روایات کے لائق مراجع نہ تھے اس بنا پر جو مرویات اس کتاب میں مذکور ہوئی ہیں اُن کی تحقیق کی نوبت میرے لئے نہ پہلی بار آسکی نہ دوسری بار۔ ممکن ہے کئی جگہ ناقابل استدلال روایات سے استدلال کیا گیا ہو جیسا کہ خود مجھے بعض جگہ اس کا شبہ ہوا ہے۔

۴۔ اس کتاب میں جہاں جہاں یہ لکھا ہوا نظر آئے کہ "شیخ نے فرمایا" یا "شیخ نے لکھا ہے" وغیرہ، اس سے مراد شیخ علی محفوظ ہیں اور ان کے اس قول و تحریر کا مرجع ان کی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع" ہے۔

اِن امور کی وضاحت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علی محفوظ رحمہ اللہ کا مختصر تعارف کرادوں جن کی تحقیق اور جن کی بیش بہا تصنیف "الابداع فی مضار الابتداع" میری اس کتاب کی بنیاد و مرجع ہے۔

شیخ علی محفوظؒ اپنے دَور میں مصر کے ایک جید عالم و مرشد و واعظ تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے ملتا ہے۔ آپ نے طلب علم کی ابتدا ۱۳۰۰ھ میں اپنے مقام پیدائش "طَنطا" کے جامع احمدی میں کی، اور تعلیم کا آغاز قرآن کو صحت و تجوید کے ساتھ پڑھنے کی مشق سے کیا۔ پھر آپ نے دیگر علوم دینیہ میں بھی اُسی درسگاہ کے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ آپ اُس درسگاہ کے ممتاز ترین طلبہ میں سے تھے۔ آپ کا علمی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوق اور آپ کی صلاحیت دیکھ کر آپ کے اساتذہ نے جامع ازہر مصر میں آپ کو داخلہ کا مشورہ دیا چنانچہ ۱۳۱۷ھ میں آپ جامع ازہر میں داخل ہوئے۔ آپ شافعی المسلک تھے آپ کو ازہر میں حنفی اساتذہ سے استفادہ کی خواہش ہوئی چنانچہ آپ نے وہاں شیخ محمد حلبی، شیخ بکر الصوفی، شیخ احمد ابوخطوہ، شیخ محمد بخیت اور الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہٗ سے استفادہ کیا۔ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء تک آپ نے جامع ازہر میں زیر تعلیم رہ کر ازہر کی سند عالمیت حاصل کی۔ یہ دور شیخ علی محفوظ کا ازہر میں تلمذ و استفادہ کا دور تھا پھر وہ دور بھی آیا کہ شیخ اسی جامع ازہر میں "ھیئۃ کبار العلماء" کے ایک عضو قرار دیئے گئے اور اب جامع ازہر ان کے علم و فضل سے مستفید ہونے لگا۔

۱۹۱۸ء میں "قسم الوعظ والارشاد" کا ایک شعبہ ازہر میں قائم کیا گیا جس میں آپ نے تاسیسی و توجیہی رول ادا کیا۔ اور اس قدر خلوص و محنت سے اس شعبہ کو سنبھالا کہ اس کا حق ادا کر دیا اور اسے نہایت ہی مفید و مثمر بنا دیا۔ تبلیغ و ارشاد و اصلاح خلق کے بڑے مخلصانہ جذبہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرشار کیا تھا، آپ نے بتوفیق الٰہی اس شعبۂ وعظ و ارشاد سے مصلحین و دعاۃ کا ایک خاصا گروہ تیار کر دیا اور خود بھی اس میدان میں بڑا کام کیا۔ آپ اپنی اسبوعی تعطیلات میں مختلف مساجد میں جاتے اور لوگوں میں وعظ و تبلیغ کرتے، اور بڑی تعطیلات میں گاؤں اور دیہاتوں میں چلے جاتے اور ان کے اصلاح و ارشاد کی کوشش فرماتے۔ آپ یہ دیکھ دیکھ کر بہت کڑھتے تھے کہ مسلمانوں میں دین سے بڑی غفلت اور بڑی بدعملی پیدا ہو گئی ہے اور جو دینی رجحان بھی ہے اسے شیطان نے بدعات و منکرات اور رسوم و خرافات کی طرف موڑ دیا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے وعظ و خطابت کا بڑا دلکش اسلوب عطا کیا تھا۔ آپ کے بیان میں بڑی سادگی و سلاست تھی، آپ جامع ازہر کے اساتذہ و طلبہ کو بھی بہت زیادہ فریضۂ دعوت و تبلیغ کی ادائگی پر ابھارتے تھے۔ آپ نے محسوس کیا کہ کچھ اصلاحی جمعیتیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا دی جائیں تو وہ بھی اصلاحی کام میں معاون ثابت ہوں گی۔ چنانچہ اصلاحی مقاصد کی خاطر کئی جمعیات کی تاسیس میں آپ نے دلچسپی لی اور اسی مقصد کے تحت جمعیۃ مکارم الاخلاق الاسلامیہ، جمعیۃ الہدایۃ الاسلامیہ، جمعیۃ تحفیظ القرآن بالعباسیہ، جمعیۃ الرد علی المبشرین، جمعیۃ نشر الفضائل والآداب الاسلامیہ، وجماعۃ انصار الحق کا قیام عمل میں آیا۔ شیخ نے ان تمام جمعیات سے مختلف نواحی میں اصلاحی کام لئے۔ اونچے تعلیم یافتہ صاحب مناصب طبقہ کی اصلاح اور اُن کے ذریعے اصلاحی کام لینے کے لئے شیخ نے مختلف صورتیں نکالیں۔ ان کی مجالس میں درسِ قرآن و درسِ حدیث کے ذریعے نفوذ کیا اور اُن کے ذریعہ بھی دین کا بڑا کام لیا۔ ہندسین، موظفین، تجار، ڈاکٹرس، طلبہ وارباب معاشیات واقتصادیات کو بھی دین سے منسلک کرنے اور ان سے بھی دینی کام لینے کے لئے بعض جمعیتیں قائم کیں۔ اسپتالوں میں جاکر مریضوں طبیبوں اور نرسوں کے لئے بھی اصلاحی کوششیں کیں، اور ریڈیو کے ذریعے بھی تاحیات اصلاح وارشاد کی کوشش فرماتے رہے۔ نیز آپ نے اپنے مرض الموت تک ہر ماہ رمضان میں بعد نماز عصر جامع ازہر میں اصلاحی درس کا التزام کیا۔ آپ زندگی کے آخری لمحات تک اصلاح وارشاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ نہایت ہی لگن و دلسوزی کے ساتھ ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ ۳ ذوالقعدہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۴۲ء کو آپ نے انتقال فرمایا، رحمہ اللہ تعالیٰ وشکر مساعیہ المبارکۃ وادخلہ فی زمرۃ الابرار والمصلحین۔

شیخ کو اصلاحِ امت کا جو سودا سمایا ہوا تھا اُسی سے متعلق آپ نے بعض کتابیں بھی لکھیں جو وہاں کے منہج دراسی میں شامل کرلی گئیں۔

آپ کی مصنفات درج ذیل ہیں جن کے موضوع کا اندازہ ان کے ناموں ہی سے ہوجاتا ہے:-

۱۔ الدرۃ البہیۃ فی الاخلاق الدینیۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ہدایۃ المرشدین الی طرق الوعظ والخطابۃ ۔

۳۔ الخطابۃ ۔

۴۔ الابداع فی مضار الابتداع ۔

شیخ کی یہ کتاب " الابداع فی مضار الابتداع " بقول علامہ سید محمد رشید رضا مصری رحمہ اللہ بدعات ومنکرات کے موضوع پر بڑی مفید کتاب ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی خوب خوب نشر واشاعت ہو اور یہ عام طور پر اہل ایمان کے مطالعہ میں رہے ۔ شیخ کی یہی کتاب " الابداع فی مضار الابتداع " میری اس کتاب کی بنیاد و مرجع ہے ۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ اور ایک مثالی شخصیت بنا دیا اور دین کو آپ پر مکمل کر دیا۔ جب بھی ہمیں کچھ کرنا ہو ہمیں حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم وہ کام کیسے کریں اور کیسے نہ کریں ۔ بڑی آسان سی صورت ہے کہ ہم اُس مثالی شخصیت کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ وہاں ہمارے اِس پیش آمدہ معاملہ میں کیا نظیر اور کیا رہنمائی موجود ہے ۔ دین مکمل بھی ہو چکا ہے، کوئی ایسا اندیشہ بھی نہیں ہے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی کوئی بات رہ گئی ہو اور دین کے کسی معاملہ میں دورِ رسالت سے رہنمائی نہ مل سکے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کوئی بات چھپالی ہے اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا الزام لگایا (مسلم) اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔ جس نے اسلام میں کوئی نئی بات نکالی اور اُسے وہ نیک کام سمجھتا ہے تو گویا وہ اس بات کا قائل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی کہ اُس نیک کام کو چھپائے رہ گئے ظاہر نہیں کیا ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آج تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے (اور قیامت تک کے لئے جو چیز بھی دین میں داخل تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتاری جا چکی ہے) پس جو چیز اُس دن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کا کام نہیں تھی وہ آج بھی دین کا کام نہیں ہو سکتی (مقدمۃ السنن والمبتدعات)۔
طبرانی نے بسند صحیح یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ما ترکتُ شیئاً یقربکم الی اللہ الا وقد امرتکم بہ ،وما ترکتُ شیئاً یبعدکم عن اللہ تعالیٰ الا وقد نھیتکم عنہ" یعنی میں نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی ہے جو تمہیں اللہ سے قریب کرنے والی ہو مگر میں نے اس کا حکم تمہیں دے دیا ہے۔ اور کوئی بھی ایسی چیز میں نے نہیں چھوڑی ہے جو خدا سے تمہیں دور کرنے والی ہو مگر میں نے تمہیں اس سے منع کر دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آگاہ فرمایا تھا کہ ہماری یہ اُمت بھی بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر چل پڑے گی، بنی اسرائیل (اپنے نبی کے بعد رفتہ رفتہ) ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور ہماری اُمت (اُن سے ایک قدم آگے ہی ہو گی کہ یہ) ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی، اُن میں صرف ایک گروہ جنتی ہو گا باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! وہ (جہنم سے نجات پانے والا) گروہ کون سا ہو گا، تو آپ نے فرمایا: وہ گروہ جو اُس طریقہ پر قائم ہو گا جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی) اب جو شخص بھی جہنم سے نجات پانے والے گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہو اُسے چاہیئے کہ وہ ہر معاملہ میں وہ طریقہ اختیار کرے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے اختیار کیا، وہ ہر موقع پر خواہ وہ خوشی کا موقع ہو یا غمی کا اور اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے لازمی طور پر یہ پتہ لگائے اور دیکھے کہ اُس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا کیا طریقہ تھا۔ اُسے چاہیئے کہ ترک و اخذ دونوں معاملہ میں اُسی کو دربارِ رسالت کی طرف رجوع کرے اور اُسی طریقے کی پیروی کرے اور اُس سے قدم باہر نہ نکالے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں" علیکم باتباع السُّنَّۃ فمن خرج منھا ضلّ" (میزان کبریٰ الشعرانی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی اپنے اوپر لازم کرلو جس شخص نے بھی اُس طریقے سے قدم باہر نکالا گمراہ ہوگیا۔

علامہ شعرانی صحابۂ کرام وائمۂ دین کا ذکر کرکے فرماتے ہیں" فکانوا رضی اللہ عنہم لایجترء احد منہم ان یخرج من السنۃ قدر شبر" (میزان کبریٰ للشعرانی)

یعنی صحابۂ کرام وامامان دین میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ایک بالشت بھر بھی قدم باہر نکالنے کی جرأت نہیں کرتا تھا، کیونکہ ہر وہ کام اور ہر وہ طریقہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو اور اُسے کوئی دین کا کام سمجھ کر کرے تو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے

بدعت ہر وہ کام ہے جسے دین وثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے حالانکہ صحیح روایات سے اُس کا کوئی سُراغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے دور میں نہ ملتا ہو۔ اور مُنکر کا دائرہ بدعت سے وسیع ہے، ہر بدعت مُنکر ہے اور ہر وہ برائی منکر ہے جسے انسان بالعموم بُرا جانتے ہیں، ہمیشہ سے بُرا کہتے رہے ہیں اور تمام شرائع الٰہیہ نے جس سے منع کیا ہے۔ نیز ہر وہ کام منکر ہے جس سے اللہ ورسول نے منع فرمایا ہو۔

بدعات ومنکرات مُوجب ہلاکت ہیں اُن کا جاننا بھی ضروری ہے اور اُن سے بچنا بھی ضروری ہے، مسلم معاشرہ میں بدعات ومنکرات کا نفوذ بہت گہرائی تک ہوچکا ہے اور اس قدر اُس کا دائرہ بڑھ گیا ہے کہ اس کا احاطہ واستقصاء ناممکنات میں سے ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا شعور عطا کرے اور بدعات ومنکرات سے محفوظ رکھے اور اتباع سنت کی توفیق دے۔ اللھم اَرِنَا الحق حقا وارزقنا اتباعہ واَرِنا الباطلَ باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

والسلام

عبدالسلام رحمانی

بونڈھیار۔ ضلع گونڈہ (یوپی)

۱۳ر شعبان ۱۴۰۷ھ

۱۳ر اپریل ۱۹۸۷ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ وہ بدعات و منکرات جن کا تعلق مساجد سے ہے

شیخ علی محفوظ طنطاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) اپنی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع" میں بدعات و منکرات کا تذکرہ مساجد سے متعلق منکرات کے ذکر سے شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں جن میں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کا نام لیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "انما بنیت المساجد لذکر اللہ" مسجدیں ذکر الٰہی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ نہ کہ خرید و فروخت کرنے یا گمشدہ سامان تلاش کرنے یا کھانے پینے کے لئے۔ مسجدوں میں بیٹھنا مستحب ہے جبکہ وہ عبادت کے لئے ہو یا تلاوت قرآن کے لئے یا پڑھنے پڑھانے کے لئے یا وعظ سننے کے لئے یا نماز کے انتظار میں ہو۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے بیٹے کو نصیحت کی، بیٹے! مسجد کو اپنا گھر بنالو، کہ وقت کا بیشتر حصہ مسجد میں گزرے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے: مسجدیں نیک لوگوں کا گھر ہیں۔ اور جو مسجد کو اپنا گھر بنالے اللہ تعالیٰ اس کو رحمت کی اور پل صراط پر گزار دینے کی ضمانت دیتا ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط والبزار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقال اسنادہ حسن)۔

اور وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لگا ہو اُن لوگوں میں سے ایک ہے جن کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ دن قیامت جب عرشِ الٰہی کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اُن کو عرش کا سایہ ملے گا۔ اور بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد میں نماز سے فارغ ہو کر یادِ الٰہی میں بیٹھا رہتا ہے فرشتے برابر اس کے لئے دعا کرتے ہیں "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ" اے اللہ اس کو بخش دے، اے اللہ اس پر رحم فرما۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنے کو گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ (مؤطا امام مالک۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی)

اور بعض صحابہ سے مروی ہے کہ مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور جو اللہ کے گھر آئے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عزت و کرم کا برتاؤ کرے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو بڑا ظالم قرار دیا ہے جو لوگوں کو اللہ کے گھر میں آنے سے روکے اور مسجدوں میں آ کر ذکر الٰہی کرنے میں رکاوٹ ڈالے اور مسجدوں کی ویرانی کا سبب بنے۔ فرمایا:۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا۔ (پ ۱ ع ۱۴)	اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو۔

مگر یہ عجیب بات کہیں کہیں دیکھنے میں آتی ہے کہ مسجدیں صرف نماز کے وقت کھولی جاتی ہیں اور جماعت ختم ہو جانے کے بعد بند کر دی جاتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجدیں کھلی رہنے کا انتظام کرنا چاہیئے تاکہ نمازی اور اللہ کا ذکر کرنے والے جس وقت بھی عبادت و ذکر الٰہی کے لئے، یا دوسری نماز کے انتظار میں، یا درس و تدریس، وعظ و تذکیر، مطالعہ کتب و تلاوت قرآن وغیرہ کے لئے آنا چاہیں مسجد کا دروازہ اپنے لئے کھلا پائیں۔ اُن کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہو بالبتہ اگر بچوں کے یا جانوروں کے گھسنے کا خوف ہو یا سامان ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، یا اس بات کا خطرہ ہو کہ اس میں فاسق و فاجر لوگ گھس کر فسق و فجور کریں گے اور مسجد کی بے حرمتی ہوگی تو زائد اوقات میں مجبوراً مسجدیں بند رکھی جا سکتی ہیں، مگر یہ اُسی وقت تک ہے جب تک کہ واقعی یہ خطرات ہوں۔ ورنہ مسجدیں کھلی رکھنے کا ہی انتظام کرنا چاہیئے۔ مسجد نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور تمام خلفائے راشدین کے زمانوں میں بالکل کھلی رہتی تھی اور یہی سنت ہے۔

مسجدیں جو اللہ کا گھر ہیں اور اللہ کی محبوب جگہ ہیں ان میں بہت سی بدعات و منکرات کا ارتکاب کیا جانے لگا ہے، جن کے ازالہ کی ہر مسلمان کو فکر ہونی چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو حکم دیا ہے کہ جو شخص بھی کوئی منکر (خلاف شرع کوئی کام) دیکھے اسے ہاتھ سے زبان سے جس سے بھی ہو سکے مٹانے کی کوشش کرے۔ (مسلم)

منبر کے پاس کھڑے ہو کر جمعہ کی اذان دینا مساجد سے متعلق بدعات و منکرات میں سے ایک بدعت یہ ہے کہ جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ کے لئے منبر پر جاتا ہے تو مؤذن مسجد کے اندر منبر سے متصل ہی خطیب کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر جمعہ کی اذان دیتا ہے۔ یہ طریقہ غیر مسنون ہے اور اس سے اذان کا مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذان لوگوں کے لئے وقت کی اطلاع اور نماز کی طرف بلاوا ہوتی ہے اسی لئے وہ مسجد کے کھلے حصہ میں اور عموماً اونچی جگہ دی جاتی ہے تاکہ مؤذن کی آواز دور تک پہنچے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اسے سن سکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمعہ کی اذان صرف ایک تھی اور وہ مسجد کے کھلے حصہ میں دروازے پر دی جاتی تھی۔ حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ کے لئے بیٹھتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر جمعہ کی اذان دی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر وعمر کے دور خلافت میں بھی یہی حال رہا کہ جمعہ کی یہی ایک اذان خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد مسجد کے دروازے پر دی جاتی تھی۔ جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ آیا اور لوگوں کی تعداد بہت ہوگئی تو حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے لئے مقام زوراء پر ایک اذان دلانی شروع کردی پھر وہیں سے اس اذان کا سلسلہ چل پڑا (ابوداؤد)

زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ تھی، وہاں اذان دلانے سے مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو جو کہ خرید وفروخت میں منہمک ہیں خبر ہو جائے کہ جمعہ کا وقت ہوگیا، اور اپنا کاروبار بند کر کے جمعہ کے لئے حاضر ہو جائیں۔

علامہ احمد محمد شاکرؒ اپنی تعلیق ترمذی میں لکھتے ہیں: ابوداؤد کی اس حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو موذن آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دیتا۔ اس حدیث سے عوام الناس نے بلکہ بہت سے اہل علم نے سمجھا کہ اذان امام کے سامنے ہونی چاہیئے اور انھوں نے اذانِ جمعہ کے لئے موذن کا مقام امام کے سامنے منبر سے متصل ہی مقرر کردیا، اس طرح یہ صرف ایک رواجی اذان ہوگئی جس کا لوگوں کو نماز کے لئے بلانے میں کوئی فائدہ نہیں ہے جب کہ اذان کا اصل مقصد لوگوں کو نماز کے لئے بلانا ہے۔ سنت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اتباع تو یہ ہے کہ اذان مسجد کے دروازے پر کھلی جگہ ہو تاکہ لوگوں کو خبر دینا اور بلانا پایا جائے۔ نیز بہت سے لوگوں نے اذانِ جمعہ سے پہلی والی (عثمانی) اذان بھی باقی رکھی ہے جب کہ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب حضرت عثمان نے وہ اذان دلانی شروع کی تھی اُس وقت مدینہ میں جمعہ کی نماز صرف مسجد نبوی میں ہوتی تھی، اور لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ مسجد کے دروازے پر دی جانے والی اذان بہت سے لوگوں تک نہیں پہونچ سکتی تھی، تو اس ضرورت کے سبب حضرت عثمانؓ نے جمعہ کی اس اذان سے پہلے بازار میں ایک اذان دلانی شروع کردی تھی، لیکن اب اس کی ضرورت نہیں ہے، مسجدیں بہت ہوگئی ہیں اور اُن میں اذان کے لئے اونچے اونچے منارے بن گئے ہیں، نیز لوگ نماز کے اوقات متعین طور پر جاننے لگے ہیں، پس ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ اسی ایک اذان پر اکتفا کیا جائے جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے، اِسی میں سنتِ رسول کی اتباع ہے، نیز موذنوں کو حکم دیا جائے کہ وہ اذان مسجد کے اندر نہیں مسجد کے دروازے پر دیں۔ (صفہ ۲۹۳ ج ۲)

اس تعلیق کے ذکر کے بعد مولانا عبید اللہ صاحب محدث مبارکپوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں: اگر آج بھی کسی جگہ اذان عثمانی کی ضرورت پڑجائے جیسے کہ حضرت عثمان کے زمانے میں مدینہ منورہ میں ضرورت پڑگئی تھی تو مسجد سے باہر کسی اونچی جگہ پر اذانِ جمعہ سے پہلے یہ اذان دی جاسکتی ہے لیکن ضرورت نہ ہو تو بس اُسی اذان پر اکتفا کرنا چاہیئے جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے۔ نیز وہ اذان امام کے سامنے منبر سے قریب ہی کھڑے ہو کر دینی بالکل ہی غیر مسنون ہے، سنت یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کے پاس کھلی جگہ اذان دی جائے تاکہ اذان کا فائدہ حاصل ہو۔ (مرعاۃ شرح مشکوٰۃ صفہ ۳۰۱ ج ۲ مطبوعہ ۱۹۵۸ء)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ علی محفوظ فرماتے ہیں: منبر سے قریب اذان دینے کی بدعت ہشام بن عبدالملک نے نکالی اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ ایک مکروہ بدعت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء کا عمل جس پر رہا ہے صرف وہی سنت ہے، اور سنت کی اتباع کرنی بہتر ہے نہ کہ بدعت ایجاد کرنی (الابداع ص ۱۶۸)

اذان جمعہ کے بعد مؤذن کا بعض آیات واحادیث کا پڑھنا

بعض مقامات میں یہ بدعت بھی پائی جاتی ہے کہ جب خطیب خطبۂ جمعہ کے لئے منبر پر جاتا ہے اور مؤذن اس کے روبرو کھڑا ہو کر اذان دے دیتا ہے تو اذان کے بعد کوئی شخص کھڑا ہو کر قرآن کی یہ آیت "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔ الآیۃ" اور حدیث نبوی "اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة والامام يخطب انصت فقد لغوت" باآواز بلند پڑھتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں "ولاشك انه من البدع المذمومة" اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک مذموم بدعت ہے۔

ترنم کے ساتھ اذان دینا

بعض مساجد میں موذن ترنم کے ساتھ گا گا کر اذان دیتے ہیں حالانکہ یہ بالاجماع حرام ہے جیسا کہ قرآن کو غنا و ترنم سے پڑھنا حرام ہے۔ ترنم کی صورت میں کلمات اذان جوں کے توں نہیں رہ جاتے اُن میں تبدیلی آجاتی ہے، ان کے حرکات وسکنات میں فرق آجاتا ہے بعض حروف کی کمی اور بعض کی زیادتی ہوجاتی ہے۔ شیخ فرماتے ہیں نہ تو غناو ترنم کے ساتھ اذان دینی جائز ہے نہ ایسی اذان سننی جائز ہے۔

مسجد میں آواز بلند کرنی

بعض مسجدوں میں یہ منکر بھی پایا جاتا ہے کہ لوگ مسجدوں میں جمعہ کے دن سورۂ کہف گنگنا کر پڑھتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ بھی وہاں ہوتے ہیں۔ کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدہ میں ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ ذکرِ الٰہی میں، تلاوت قرآن میں اور آیاتِ الٰہی پر غور و خوض میں مشغول ہیں اور اس شخص کی گنگناتی آواز دوسرے لوگوں کے نیک مشاغل میں خلل انداز ہو رہی ہے، حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے، آپ نے لوگوں کو زور سے قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو معتکف کا پردہ اٹھایا اور فرمایا آگاہ رہو کہ تم سب کے سب ذکر الٰہی میں مشغول ہو اور اپنے رب سے سرگوشی کر رہے ہو، پس کوئی کسی کو تکلیف نہ دے اور پڑھنے میں کوئی کسی پر آواز بلند نہ کرے۔ (ابوداؤد)۔

دوسری بات یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی ضرورت کے مسجدوں میں آواز بلند کرنی ممنوع ہے۔ امام مالکؒ نے موطا میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف نکلے جو کہ نماز پڑھ رہے تھے اور اس میں قرأت زور سے کر رہے تھے، آپ نے فرمایا، نمازی خدا سے سرگوشی کرتا ہے، اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی سرگوشی میں خلل واقع نہ ہو اور تم میں سے کوئی کسی پر قرأتِ قرآن میں آواز بلند نہ کرے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت علیؓ سے فرمایا، اے علیؓ جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں وہاں اپنی قرأت اور اپنی دعا زور سے نہ کرو کیونکہ اس سے ان کی نماز میں خلل پیدا ہوگا۔

اور دُرِّ مختار میں ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنی حرام ہے مگر یہ کہ کوئی شخص مسجد میں علم حاصل کر رہا ہو اور طلبِ علم کے لئے آواز بلند کرنی پڑے۔ اور ابن العماد شافعی نے فرمایا کہ اس طرح زور سے قرأتِ قرآن حرام ہے کہ دوسرے کی نماز میں خلل ہو، اور بعض دوسرے علماء سے بھی صراحۃً اس کی حرمت منقول ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ مسجدوں میں زور سے پڑھنا طریقۂ نبوی اور طریقۂ صحابہ کے خلاف ہے۔ وہ لوگ ذکر و اذکار میں اور قرآن پڑھنے میں آواز کو بلند کرنی ناپسند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے خاص کر جبکہ وہ مسجد میں ہوں جہاں کہ دوسرے لوگ ذکر الٰہی یا تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوں۔

رہا مسئلہ جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھنے کا، سو یہ احادیث میں وارد ہے، حاکم اور بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لیا کرے اس کے لئے زمین و آسمان کے مابین خدا روشنی کر دے گا۔

اور منکراتِ مساجد میں سے لوگوں کا مسجدوں میں بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی دُنیوی باتیں کرنا بھی ہے۔ اور یہ خرابی بہت لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ مسجدوں میں بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی بکواس کرتے ہیں، ہنستے ہیں، قہقہہ لگاتے ہیں اور تالی بجاتے ہیں، حالانکہ اس سے خدا کے گھر کی بڑی بے حرمتی ہوتی ہے، نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور عبادت گزاروں کی عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آخری زمانے میں (جب کہ لوگوں میں بہت بگاڑ پیدا ہو جائے گا) ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنی مسجدوں میں بیٹھ دنیا جہان کی باتیں کریں گے، خدا کو ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ (صحیح ابن حبان اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگوں پر ایسا دور بھی آئے گا کہ مسجدوں میں دنیا جہان کی باتیں کریں گے، تم ایسے لوگوں سے اُٹھک بیٹھک رکھنا، اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں (مشکوٰۃ میں یہ حدیث بحوالہ شعب الایمان مذکور ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ دیکھتے ہیں کہ لوگ مسجدوں میں بیٹھے بلا روک ٹوک ہر طرح کی گفتگو کرتے ہیں حتیٰ کہ جھوٹ، چغلی، غیبت، الزام تراشیاں، سازشیں تک مسجدوں میں بیٹھ کرتے ہیں اور کوئی احساسِ گناہ نہیں ہوتا، لوگ عبادت، تلاوت اور ذکر وا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ باتیں تکرار اور بحث وجدل کرتے ہیں، انھیں اس کا خیال نہیں ہوتا کہ وہ عبادت گزاروں کے نیک مشاغل میں خلل انداز ہو رہے ہیں۔

اسی سلسلۂ بیان میں یہ وضاحت کر دینی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ مسجدوں میں بات چیت مطلقاً منع نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے بھی مسجدوں میں گفتگو کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ سماک بن حرب سے روایت ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں بیٹھنے کا آپ کو اتفاق ہوا ہے؟ تو فرمایا، ہاں، بہت اتفاق ہوا ہے، اور صبح کو تو عموماً آپ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک وہیں مصلّی پر صحابہ کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے اور اس وقفہ میں گفتگو کا سلسلہ رہتا، یہاں تک کہ لوگ زمانۂ جاہلیت کی بھی بہت سی باتیں بیان کرتے اور ہنسی بھی لوگوں کو آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکراتے۔ (مسلم) لیکن ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کی گفتگو بکواس اور جہل یا ممنوع گفتگو کے قبیل کی چیز نہ ہوا کرتی تھی، نہ عبادت گزاروں کے مشاغل میں خلل انداز ہونے کی صورت تھی جس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا منع فرمایا ہے اور صحابہ کرام بھی اس کا خاص خیال رکھتے تھے۔ سائب بن یزید فرماتے ہیں، میں ایک دن مسجد میں سویا ہوا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمرؓ تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا دیکھو وہ دو آدمی باتیں کر رہے ہیں انھیں میرے پاس لے آؤ، میں ان دونوں کو لے آیا، تو حضرت عمرؓ ان دونوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا تم دونوں کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ وہ بولے ہم طائف کے لوگ ہیں طائف سے آئے ہیں۔ فرمایا اگر تم مدینہ والوں میں سے ہوتے (مہمان نہ ہوتے) تو میں تم دونوں کو بہت پیٹتا۔ تم دونوں مسجد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی میں آواز بلند کرتے ہو۔ (بخاری)

حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کے باہر ایک کنارے ایک جگہ خاص کردی تھی (جس کا نام بطیحا تھا) کہ گفتگو کرنی ہو یا آواز کے ساتھ کچھ پڑھنا ہو تو وہاں جاکر بیٹھیں۔ (موطا امام مالک)۔

مسجدوں میں ایسے بچوں کا لانا بھی مسجد کی بے حرمتی کا سبب ہوتا ہے جو کہ مسجدوں میں کھیلتے کودتے اور شور وغل مچاتے ہیں اور لوگوں کی عبادتوں میں خلل کا باعث ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اپنی مسجدوں کو بچاؤ اپنے بچوں سے، پاگلوں سے، جھگڑوں سے، خرید وفروخت سے، تیغ زنی سے، آواز بلند کرنے سے، اور جمعہ کو خوشبو کے لئے مسجدوں میں اگربتی وغیرہ سلگاؤ، اور پاکی حاصل کرنے کے لئے مسجد کے دروازوں پر برتن رکھو (اخرجہ المنذری)

چھوٹے بچوں کا مسجدوں میں آنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے لیکن وہ مسجد کی بے حرمتی کا اور لوگوں کی عبادت میں خلل کا سبب بن رہے ہوں تو ضرور ان کو مسجدوں میں آنے سے روکنا چاہیئے۔

اجتماعی شکل میں تکبیرات پکارتے ہوئے عیدگاہ جانا

شیخ نے مساجد سے متعلق بدعات ومنکرات میں یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ بعض مقامات میں لوگ عید کے دن مسجدوں میں اکٹھا ہوتے ہیں اور دو گروپ میں تقسیم ہوجاتے ہیں اور وہاں سے اجتماعی شکل میں تکبیرات پکارتے ہوئے عیدگاہ جاتے ہیں ایک گروہ تکبیر پکارتا ہے پھر جواباً دوسرا گروہ تکبیر پکارتا ہے۔ حالانکہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ لوگ عید کے دن گھروں میں، راستوں میں، اور عیدگاہ میں انفرادی طور پر تکبیرات پکاریں۔ اس کے لئے یہ نئی شکل نکالنی درست نہیں ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اسی طرح سے نئے نئے طریقوں کا اضافہ ہوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مسنون طریقوں پر اکتفا نہ کرنے کے سبب بہت سی نئی چیزیں ایجاد ہوئیں اور رفتہ رفتہ وہ جزوِ دین سمجھی جانے لگیں۔

ارباب طریقت کے ایجاد کردہ ذکر کے طریقے شیخ طنطاویؒ نے اسے بھی مکروہ بدعات میں شمار کیا ہے جو کہ ارباب طریقت ذکر کے حلقے قائم کرتے ہیں، ضربیں لگاتے ہیں اور اجتماعی آوازیں نکالتے ہیں۔ کیونکہ یہ طریقے ایجاد بندہ ہیں کتاب وسنت سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ قرآن میں متعدد جگہ فرمایا گیا ہے کہ ذکر الٰہی بآواز بلند نہیں بالسر ہونی چاہیئے، اور بسند صحیح مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوئے ہیں وہ بآواز بلند لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہیں اور درود پڑھتے ہیں۔ آپؓ ان لوگوں کے پاس گئے اور فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو یہ طریقہ نہ تھا، میں تم لوگوں کو بدعت اختیار کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں پھر حضرت عبداللہ بن مسعود برابر یہ کہتے رہے یہاں تک کہ ان سب کو اٹھا دیا در مسجد سے نکال دیا۔

زینین مساجد مساجد سے متعلق بدعات ومنکرات میں سے مسجدوں کی آرائش اور محراب کی تزئین بھی ہے۔ خاص طور پر محراب کی تزئین مسجد کے بقیہ حصوں کی تزئین سے زیادہ بُری ہے کیونکہ وہ نمازی کی نظر کے سامنے رہتی ہے اور اس کے دل کو نماز سے غافل کر دیتی ہے۔

مسجد ومحراب کو مزین وآراستہ کرنا اس میں نقش ونگار اور گل بوٹے بنانا یا اسے کسی طرح سے جاذبِ نظر کرنا ان میں سے کوئی چیز زمانۂ رسالت میں نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مسجد بنوائی تو فرمایا میں اس کے ذریعے بارش وغیرہ سے لوگوں کا بچاؤ کر رہا ہوں، اور مسجد لال پیلی کرنے سے منع فرمایا، پہلا وہ شخص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے مسجدوں کی آرائش وزیبائش کی بدعت نکالی وہ ولید بن عبدالملک ہے حالانکہ سلف صالحین ہمیشہ مسجد ومحراب کی زیبائش وآرائش کو نیز مصحف کی آرائش کو ناپسند کرتے رہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جب تم اپنی مسجدیں آراستہ کرنے لگو گے اور اپنے مصحف کو مزین ومرصع کرو گے تو تم پر تباہی کا نزول ہونے لگے گا۔ (محلی ابن حزم)۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب لوگ اپنی مسجدیں مزین کرنے لگیں گے تو ان کے اعمال خراب ہو جائیں گے۔ اور حضرت علی قبیلۂ تیم کی ایک مزین مسجد سے گزرتے تو فرماتے: یہ قبیلۂ تیم کا گرجا ہے۔ (محلی ابن حزم) حضرت ابن عباس سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے بعد تم لوگ بھی کنگرہ دار مسجدیں بنانے لگو گے جیسا کہ یہود نے اپنے کنیسوں کو کنگرہ دار بنایا اور نصاریٰ نے اپنے گرجوں کو (ابن ماجہ)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم کے بگاڑ وبدعملی کی علامتوں میں سے یہ ایک علامت قرار دی ہے۔ کہ وہ اپنی مسجدیں مزین کرنے لگیں۔ (ابن ماجہ)

افسوس ہے کہ مسجد ومحراب کی تزئین وآرائش کے خلاف متعدد روایتیں اور وعیدیں وارد ہونے کے باوجود لوگ اس سے باز نہیں آتے اور دن بدن مسجدوں کی تزئین وآرائش بڑھتی جارہی ہے اور خدا ہی بہتر جانے یہ شوق درجحان کب اور کس حد پر منتہی ہوگا۔

شیخ اس فصل کے آخر میں لکھتے ہیں: مساجد سے متعلق بدعات ومنکرات بہت زیادہ ہیں اور وہ لوگوں میں اس قدر سرایت کر گئی ہیں کہ ان کا ازالہ مشکل نظر آتا ہے اِلّا یہ کہ خطباء مساجد اور وزراء اوقاف اور اسلامی حکومتوں کے وزراء اس کے ازالہ کے درپے ہو جائیں اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دیں کہ یہ ساری باتیں بدعات ومنکرات ہیں، ودون ذلك خرط القتاد۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکراتِ تعظیم

مسلمانوں کے عمل اور اندازِ فکر میں کجی آئی تو انھوں نے بھی راہ راست سے بھٹکی ہوئی قوموں کی طرح رفتہ رفتہ ہر معاملہ میں غیر شرعی و غیر مستقیم اسلوب و انداز اختیار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ تعظیم کے باب میں بھی ان کا موجودہ اسلوب انھیں بھٹکی ہوئی قوموں کے اسلوب و انداز سے ملتا جلتا ہو گیا ہے اس میں شرعی اندازِ تعظیم کی رمق نہیں رہ گئی ہے۔

تعظیم کی صحیح صورت

علامہ ابن الحاج اپنی کتاب المدخل میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن کی تعظیم قرآن کو پڑھنا اور اس کے مشمولات و مندرجات پر عمل کرنا ہے نہ کہ اُسے چومنا چاٹنا اور آنکھوں سے لگانا جیسا کہ اس زمانہ میں بعض لوگ کرتے ہیں۔ نیز مسجد کی تعظیم اس میں نماز پڑھنا ہے نہ کہ تبرکاً اس کی دیواریں چھونی، جیسا کہ بیت اللہ شریف اور مسجد حرم و مسجد نبوی میں بہت سی جاہل عورتیں اور مرد اس کی دیواریں عقیدت سے چھوتے اور اسے چومتے چاٹتے ہیں۔ نیز کوئی کاغذ کا ٹکڑا جس میں اللہ و رسول کا نام ہو ایسی جگہ سے ہٹا دینا کافی ہے جہاں وہ پاؤں تلے روندا جا رہا ہو یا اس کی کسی طرح بے حرمتی ہو رہی ہو یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ اُسے اُٹھا کر آنکھوں سے لگایا جائے اور اسے چوما جائے۔ ان حرکتوں کا سراغ دورِ خیر القرون میں نہیں ملتا۔ یہ احترام و تعظیم کا نیا اسلوب ہے جو عامۃ المسلمین نے اختیار کر رکھا ہے۔

کسی ولی و بزرگ کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی باتوں پر توجہ دی جائے اور اُن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتوں پر عمل کیا جائے جو اچھی باتیں اس سے منقول ہیں، اور اس نے جو نیک کام اختیار کر رکھے ہیں وہ نیک کام اپنائے جائیں۔ اس کی باتوں سے بے پرواہ ہو کر اس کی ہدایتوں کو ترک کر کے اور اس کے نیک کاموں کو نظر انداز کر کے محض اس کے ہاتھ پاؤں چومنا چاٹنا یہ اس کی تعظیم نہیں ہے۔ لیکن آج کل تعظیم کی یہی صورت عام ہے۔ قرآن پر عمل کرنے کے بجائے اسے بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگا لینا اس کی تعظیم سمجھا جانے لگا ہے۔ اور ولی و بزرگ کی اتباع کرنی اور ان کی خوبیاں اپنانے کے بجائے ان کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا اور ان کی چیزوں کو چومنا چاٹنا ہی ان کی تعظیم قرار پا گیا ہے۔

کسی عالم و بزرگ کے ہاتھ کو بوسہ دینا اس کی بزرگی و علم و عمر کے سبب منع نہیں ہے، بعض روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور اکثر علماء اس کے جواز بلکہ استحباب کے قائل ہیں۔ اگرچہ امام مالک نے اسے مکروہ کہا ہے اور سلیمان بن حرب اور ابن عبدالبر نے اسے چھوٹے موٹے انداز کا سجدہ قرار دیا ہے۔ ہشام بن عبدالملک کے ہاتھ کو ایک شخص نے بوسہ دینا چاہا تو ہشام نے اس کو ڈانٹا اور کہا۔ یہ حرکت عربوں میں سے ڈرپوک و لالچی لوگ کرتے ہیں اور عجم میں فروتر لوگ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوکان سے پاجامہ خریدا، اُٹھنے لگے تو دوکاندار نے آپ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا۔ آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا "ھذا تفعلہ الاعاجم بملوکھا ولست بملک انما انا رجل منکم" یہ حرکت عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں، میں تو کوئی بادشاہ نہیں، میں تو تم ہی لوگوں میں کا ایک فرد ہوں۔

البتہ اس فعل کے مکروہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے کہ خود کوئی شخص اپنا ہاتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مقصد سے لوگوں کی طرف بڑھائے کہ لوگ اُسے بوسہ دیں۔ اپنے ہاتھ کو بوسہ دلانے کی خواہش شرعاً ناپسندیدہ ہے اور یہ جذبہ مکروہ وغیر مستحسن ہے۔

بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا ایک مسئلہ ہے بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا۔ شیخ علی محفوظ طنطاوی نے اس بحث میں الاعتصام للشاطبی کا ایک طویل اقتباس دیا ہے۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:۔

"جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی بات ہے سو وہ تو صحیح روایات سے ثابت ہے کہ صحابہ نے آپؐ کے بال سے، آپؐ کے کپڑے سے برکت حاصل کی۔ آپؐ کے وضو کا پانی ہاتھ میں لے کر بدن پر مل لیا وغیرہ۔ لیکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دوسروں کے آثار سے برکت حاصل کرنے کا صحیح روایات سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ وہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے برکت حاصل کرتے تھے آپ کے سوا کسی کے آثار سے ان کا برکت حاصل کرنا ثابت نہیں ہے۔ آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جو اس امت میں سب سے افضل تھے، لیکن صحابہؓ نے نہ ان کے وضو کا پانی لیکر اپنے جسم پر ملا، نہ ان کے آثار سے حصول برکت کیا۔ پھر حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر کے بعد اس امت میں سب سے افضل تھے اور حضرت عثمان و علی وغیرہ متعدد جلیل القدر صحابہؓ تھے مگر کسی کے آثار سے صحابہ نے حصول برکت نہ کیا جیسا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے رہے تھے، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے آثار سے برکت نہ حاصل کرنے پر صحابہ کا اجماع تھا، صحابہ کا دوسروں کے آثار سے برکت نہ حاصل کرنا یا تو اس بنا پر تھا کہ وہ حصول برکت کسی دلیل کی بنا پر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آثار سے خاص سمجھتے تھے، جیسا کہ آپ کے فضل و مقام کے سبب متعدد آپ کی خصوصیات ہیں جن میں دوسرا کوئی شریک نہیں، یا اس خوف سے کہ اگر انھوں نے حصولِ برکت کا سلسلہ غیرِ نبی کے آثار تک دراز کیا تو عوام و جہلا اس معاملہ میں حد سے تجاوز کر جائیں گے۔ صحابہ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ درخت جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بیعت لی تھی جو بیعت الرضوان کے نام سے مشہور ہے حضرت عمرؓ نے کٹوا دیا جب دیکھا کہ لوگ اسے اہمیت دیتے جا رہے ہیں، شریعت اسلامیہ میں تبرک کا رجحان و ذہنیت کوئی پسندیدہ چیز نہیں رہی ہے اور نہ شریعت نے اس کی حوصلہ افزائی کی ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے امام زہری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک انصاری نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے یا تھوکتے تو آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے صحابہ آپ کے وضو کا پانی اور تھوک لپک کر لے لیتے، اور اپنے جسم پر مل لیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو؟ صحابہؓ نے جواب دیا ہم اس سے پاکی و برکت حاصل کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا، تم میں سے جو شخص چاہتا ہو کہ اس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کریں تو (میرا پانی و تھوک مل لینا اللہ و رسول کی محبت کا موجب نہیں) اسے چاہیئے کہ وہ سچ بات بولے، امانت کی ادائگی کرے، اور اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔"

وہ منکرات جن کا تعلق میّت و جنازہ سے ہے

شیخ فرماتے ہیں، کوئی جانکنی کی حالت میں ہو تو سنّت ہے کہ اچھے اور نیک لوگ اس کے پاس بیٹھیں اور نرمی و سکون سے "لا الٰہ الا اللہ" کی تلقین کریں تاکہ مرنے والے کا آخری کلام "لا الٰہ الا اللہ" ہو۔ البتہ تلقین کرنے والے کے لئے یہ مناسب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے کہ وہ مریض سے کلمہ کی ادائگی پر اصرار کرے یا لگاتار دیر تک کہے یا بہت زور زور سے کہے، کیونکہ مریض پر جانکنی کا وقت بہت نازک ہوتا ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ آزردہ خاطر ہو کر کوئی نامناسب بات زبان سے نکال دے یا اس سے اس کے دل میں ناگواری پیدا ہو، مریض جب ایک بار "لاالٰہ الا اللہ" کہہ دے تو پھر تلقین کی ضرورت نہیں، البتہ اگر وہ اس کے بعد پھر کوئی بات کرے تو دوبارہ نرمی سے اس کی تلقین کی جائے تاکہ اس کا آخری کلام "لاالٰہ الا اللہ" ہو۔ ترمذی میں ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جب قریب المرگ ہوئے تو ایک شخص ان کو "لاالٰہ الا اللہ" کی تلقین کرنے لگا اور اس کلمہ کو بار بار کہنے لگا، عبداللہ بن مبارک نے فرمایا جب میں نے اس کلمہ کو ایک بار کہہ لیا تو میں اسی پر ہوں جب تک کہ میں کوئی اور بات نہ بولوں، تلقین کے معاملہ میں بھی اب مسلمانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و طریقے کا لحاظ کم رہ گیا ہے۔ بہت سے حضرات ہیں جو تلقین کا خیال نہیں کرتے بس شرعی طریقہ اس موقع کا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مریض کے پاس کچھ لوگ بیٹھ کر سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کر دیں، اور بعض حضرات تلقین پر عمل کرتے ہیں تو عموماً تلقین کا وہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ جانکنی میں مبتلا مریض کو اس سے اکتاہٹ ہونے لگے۔

میت کا کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ میت کا کفن بہت قیمتی نہ ہونا چاہیئے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ لوگ زندگی میں اسے اچھا کپڑا دیتے رہے ہوں یا نہ دیتے رہے ہوں مگر کفن دینا ہو گا تو قیمتی کفن دیں گے۔ وہ کہتے ہیں ایسا گرانقدر و قیمتی شخص جا رہا ہے تو ہم اسے کیوں نہ قیمتی کفن دیں۔ یہ بڑی مہمل دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کفن بہت قیمتی نہ دو۔ کیونکہ وہ بہت جلد چھین لیا جائے گا۔ یعنی گل سڑ جائے گا نیز آپ نے فرمایا کہ سفید

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کپڑے پہنا کرو سفید لباس سب سے اچھا ہوتا ہے، اور سفید کپڑے میں اپنے مُردوں کو کفناؤ۔ (بخاری و ابوداؤد)

البتہ کفن بہت معمولی بھی نہ ہونا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے (مسلم) یعنی اوسط درجے کا صاف ستھرا کامل اور سنت کے مطابق ہو۔

جنازہ سے متعلق بعض رائج منکرات

شیخ فرماتے ہیں اور یہ بدعت ہے جو بعض جگہ رائج ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص باآواز بلند کہتا ہے کہ اس میت کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا گواہی ہے، اور حاضرین جواب دیتے ہیں یہ نیک آدمی تھا، یہ گواہی اور یہ سوال وجواب نہ تو عہد رسالت میں تھا، نہ آپ کے بعد عہد خیر القرون میں۔ نیز حاضرین کی طرف سے بسا اوقات کذب بیانی بھی ہوتی ہے۔ میت کا فسق وفجور معروف ہوتا ہے پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ یہ اچھا آدمی تھا۔

مصر کے دیہاتوں میں یہ بدعت بھی رائج ہے کہ جب جنازہ مسجد میں رکھا جاتا ہے تو نماز جنازہ سے پہلے کوئی حافظ قرآن کی دس آیتیں پڑھتا ہے۔ اس کا سُراغ بھی نہ عہد رسالت میں ملتا ہے نہ سلف صالحین میں۔ طرح طرح کی بدعات ہیں جو لوگوں نے ایجاد کر لی ہیں۔

اور یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ہے کہ لوگ جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے باآواز کلمہ یا دعائیں پڑھتے چلیں۔ اس کا حدیث صحیح سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ سے جو یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے پیچھے چلتے تھے، اور ہم لوگ جنازہ کے ساتھ جانے اور واپس آنے کی حالت میں آپؐ سے کچھ نہیں سنتے تھے سوائے "لا الٰہ الا اللہ" کے۔ سو یہ روایت ضعیف ہے، فقہائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ نے بھی لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چپ چاپ چلنا چاہیئے کوئی کلمہ یا کوئی دُعا یا قرآن مجید بآواز بلند پڑھتے ہوئے نہیں چلنا چاہیئے (ملاحظہ ہو درمختار وغیرہ)

بالاجماع سنت طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ چپ چاپ موت اور آخرت کو یاد کرتے ہوئے چلا جائے نہ کہ آواز بلند کرتے ہوئے، سنت کی اتباع ہونی چاہیئے نہ کہ سنت کی مخالفت۔ اذ الخیر کلّہ فی الاتباع وکلّ الشرّ فی الابتداع. اس لئے کہ خیر تمام تر اتباع سنت میں ہے اور ہر طرح کی بُرائی بدعت اختیار کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اے نبی کہہ دو اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا" نیز فرمایا "جو رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے طریقے کے علاوہ کوئی طریقہ اختیار کرے گا تو ہم اسے اسی کی توفیق دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت بُرا ٹھکانا ہے"۔ مومنوں کا طریقہ کتاب وسنت ہی پر عمل کرنا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے غیر کا طریقہ اختیار کرے"۔ اور آپ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ ان تین موقعوں پر خاموشی پسند کرتا ہے۔ (۱) تلاوت قرآن کے وقت، (۲) جنگ کے وقت۔ اور (۳) جنازہ کے پاس"۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر عن زید بن ارقم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے آواز بلند کرنی ناپسند کرتے تھے۔ ایک شخص نے جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "استغفروا للمیّت" میت کے لئے استغفار کرو۔ تو صحابہ نے ناراض ہو کر کہا "لاغفر اللہ لك" خدا تیری مغفرت نہ کرے۔ جب اتنی سی بات بھی جنازہ کے ساتھ صحابہ نے ناپسند کی تو آواز کی گونج اور شور وغل جنازہ کے ساتھ کتنی ناپسندیدہ بات ہوگی۔

میت کو ثواب پہونچانے کے بعض طریقے شیخ فرماتے ہیں اور یہ بڑی مذموم بدعت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو بعض جگہ پائی جاتی ہے کہ جنازہ نکلتے وقت دروازے پر بکری کا بچہ ذبح کرتے ہیں نیز جب جنازہ قبرستان پہونچ جاتا ہے تو میت کو دفن کرنے سے پہلے بعض لوگ بھینس ذبح کرتے ہیں اور وہاں موجود فقراء و مساکین میں گوشت تقسیم کرتے ہیں۔ یہ حرکت کئی وجہ سے مخالف سنت ہے اور مذموم بدعت ہے۔ اولاً یہ کہ یہ زمانۂ جاہلیت کا کام ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ابوداؤد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قبر کے پاس جانور ذبح کر کے گوشت فقراء و مساکین میں تقسیم کرنے کا جو رواج ہے اس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، ثانیاً اس میں ریاء و سمعہ و فخر و مباہات پایا جاتا ہے جو ممنوع ہے سلف صالحین میں اس عمل کا وجود نہ تھا۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز میں تحریر فرمایا ہے کہ "میت کے ساتھ قبر پر کھانا یا غلہ یا نقد لے جانا اور وہاں فقراء و مساکین میں اسے تقسیم کرنا شریعت سے ثابت نہیں ہے اس سے بچنا چاہیئے۔" میت کو ثواب پہونچانے کے لئے کئی طریقے رواج پا گئے ہیں حالانکہ ان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، مولانا فرماتے ہیں "تلاوت قرآن اور نماز اور روزہ وغیرہ کا ثواب میت کو پہونچنا کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور جو روایتیں عبادات بدنیہ کا ثواب پہونچنے کے بارے میں نقل کی جاتی ہیں وہ ضعیف ہیں۔" نیز فرمایا "اکثر احناف میں ثواب رسانی کی یہ صورت بہت جاری ہے کہ کسی حافظ کو نوکر رکھ کر یا کچھ اجرت دے کر میت کے واسطے قرآن پڑھاتے ہیں۔ سو اس صورت سے میت کو ثواب نہیں پہونچتا ہے۔ فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ اس صورت سے نہ میت کو ثواب پہونچتا ہے اور نہ قرآن پڑھنے والے اور پڑھانے والے کو ثواب ملتا ہے بلکہ یہ پڑھنے والے اور پڑھانے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

زیارتِ قبر کے وقت قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشنے کے بارے میں مولانا مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں" امام نووی نے اپنی کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد مروزی نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ "جب تم لوگ قبرستان میں جاؤ تو سورۂ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس اور قل ھو اللہ احد پڑھو اور اس کا ثواب مُردوں کو بخشو، مُردوں کو اس کا ثواب پہونچے گا" امام احمد کے علاوہ بعض اور اہل علم نے بھی زیارت قبور کے وقت ان سورتوں اور بعض دیگر سورتوں کو پڑھنے اور ان کا ثواب مُردوں کو بخشنے کو لکھا ہے۔ مگر باوجود تلاش بسیار کے اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع صحیح میری نظر سے نہیں گذری اور جو مرفوع حدیثیں اس باب میں نقل کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں" (کتاب الجنائز)

حضرت شیخ مولانا عبیداللہ صاحب مبارک پوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانے کے بارے میں کوئی بھی دلیل شرعی موجود نہیں ہے، اس کا ثبوت قرآن سے ہے نہ کسی صریح صحیح حدیث سے، نہ اجماع سے، اور اس جیسے مسئلہ میں ضعیف حدیث یا اثر صحابی یا قیاس کفایت نہیں کر سکتا۔ (مرعاۃ ص۵۰۰ ج۲)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى" (نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو اس نے خود کیا) کے تحت فرماتے ہیں: حضرت امام شافعیؒ اور ان کے متبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو پہونچایا جائے تو نہیں پہونچتا، اس لئے کہ نہ تو یہ اُن کا عمل ہے نہ کسب، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اس کا جواز بیان کیا نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی نہ انھیں اس پر آمادہ کیا، نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعے نہ کسی اشارے کنائے سے، اسی طرح صحابۂ کرام میں سے بھی کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انھوں نے قرآن پڑھ کر اس کے ثواب کا ہدیہ میت کے لئے بھیجا ہو۔ اگر یہ نیکی ہوتی اور مطابق شرع عمل ہوتا تو صحابۂ کرامؓ نے ضرور اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کیا ہوتا، وہ ہم سے کہیں زیادہ نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے تھے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ نیکیوں کے کام قرآن وحدیث کے صاف فرمان سے ہی ثابت ہوتے ہیں کسی قسم کی رائے قیاس کا اُن میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ہاں دُعا اور صدقہ کا ثواب میت کو پہونچتا ہے اس پر اجماع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے (تفسیر سورہ النجم)

مگر دعا وصدقہ کے لئے بھی شریعت سے نہ کوئی خاص دن مقرر ہے نہ خاص وقت، جب اور جس وقت چاہے مُردوں کے واسطے صدقہ کرے اور ان کے لئے دعا و استغفار کرے، ثواب پہونچانے کے لئے تیسرے یا دسویں یا بیسویں یا چالیسویں دن کو یا کسی اور دن کو مخصوص کرنا، یا ہفتہ میں بخشنہ کو خاص کرنا غیر مشروع وناجائز ہے اور یہ حدیث جو مشہور ہے کہ "مومنین کی روحیں جمعہ کی شب کو اور عیدین وشب برأت کو چھوٹتی ہیں اور پہلے اپنی قبروں کو پھر اپنے گھروں کو آتی ہیں، پھر نرم آواز سے اپنے اقربا کو پکارتی ہیں کہ ہمارے واسطے کچھ صدقات وخیرات کرو پس اگر وہ کچھ صدقات وخیرات کرتے ہیں تو دعا دے جاتی ہیں ورنہ ناخوش ہو کر چلی جاتی ہیں" سو یہ حدیث بالکل ہی بے اصل ہے ہرگز قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ (کتاب الجنائز)

ایک روایت "ہدیۃ المہتدین" کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم جب فوت ہوئے تو حضرت ابوذرؓ خشک کھجور اور دودھ جس میں جَو کی روٹی تھی آنحضرت کی خدمت میں لائے، آپؐ نے اس پر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھی پھر ہاتھ اٹھا کر دُعا کی اور منہ پر ہاتھ پھیرا اور حضرت ابوذر سے فرمایا اسے تقسیم کر دو، میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخشا" یہ قصہ بھی بالکل من گھڑت ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب حنفی لکھنوی کے پاس ایک استفتاء آیا۔ اُن سے سوال کیا گیا تھا کہ:

ہم نے ہدیۃ المہتدین میں دیکھا ہے کہ حضرت نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کے سوم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دسویں و بیسویں و چہلم وغیرہ میں چھوہارے پر فاتحہ دیا اور اصحابوں کو کھلایا۔ پس فی زمانا لوگ پھول پان وغیرہ کرنے سے چہلم و سوم و دسویں و بیسویں میں مانع ہوتے ہیں، کیسا ہے؟۔

مولانا عبدالحی صاحبؒ نے جواب دیا:

ھوالمصوب۔ یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہے محض غلط ہے کتب معتبرہ میں اس کا نشان نہیں۔ واللہ اعلم

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ جلد دوم کتاب الحظر والاباحۃ ۹۸ طبع لاہور)

ایصال ثواب للمیت کے مسئلہ میں بعض حضرات کو حج بدل و صدقہ والی روایات سے غلط فہمی ہوئی ہے، وہ نیابت و ابدار کا فرق نہیں کرتے جبکہ دونوں میں بڑا فرق ہے، نیابت میں عامل اپنے آپ کو دوسرے شخص کے قائم مقام قرار دیتا ہے۔ مثلاً وہ حج بدل میں کہتا ہے "لَبَّیْکَ عَنْ فُلَانٍ" اے اللہ میں فلاں شخص کی طرف سے حاضر ہوں۔ اور ابدارِ ثواب کی صورت یہ ہے کہ حج اپنی طرف سے کرے اور بعد میں کہے "یا اللہ میرے اس حج کا ثواب فلاں شخص کو دے"۔ پہلی شکل تو ثابت اور منصوص ہے اور دوسری شکل بقول مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ بدعت حقیقیہ ہے۔ چنانچہ ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح میں لکھتے ہیں: "زندوں کا مُردوں کو عبادت کا ثواب بخشنا بدعت حقیقیہ ہے، بخلاف مالی عبادات میں نیابت کے کہ وہ اصل میں صحیح ہے"۔

ماتمی و تعزیتی اجتماع

شیخ (مؤلف الابداع فی مضار الابتداع) نے ماتمی اجتماع کو بدعت قرار دیا ہے جو میت پر اظہار غم کے لئے کیا جاتا ہے، شیخ فرماتے ہیں اس میں کسی غرض صحیح کے بغیر مال ضائع کرنا پایا جاتا ہے جو حرام ہے، لوگ اجتماع کے لئے فرش اور کرسیوں وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں جس میں مال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضائع ہوتا ہے اور میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا البتہ میت کے گھر والوں کو اس سے مالی نقصان ہوتا ہے، اور جو کچھ ماتمی کام دفن کے بعد ہوتا ہے ایک دن یا تین دن تک اس کے بدعت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نیز شارع علیہ السلام سے اور سلف سے یہ بھی کہیں ثابت نہیں کہ وہ کہیں اس لئے جا کر بیٹھے ہوں تاکہ لوگ ان کے پاس آئیں اور ان کی تعزیت کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تو یہ تھا کہ صحابہ میں سے جو مرجاتا اُسے دفن کرتے اور اس سے فارغ ہو کر اپنے کام کے لئے چلے جاتے یہی آپ کی سنت تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کا طریقہ اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور ضروری ہے کہ ہم آپ کی اتباع ترک و عمل دونوں چیزوں میں کریں۔ جس کام کو آپ نے نہیں کیا ہے اُسے نہ کریں اور جس کام کو کیا ہے اُسے کریں۔

جمہور علماء نے ماتمی اجتماعات کو ناپسند کیا ہے کیونکہ اس سے غم تازہ ہوتا ہے اور جس کی تعزیت کی جارہی ہے اس پر مالی بار پڑتا ہے۔ علامہ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آپ میت کے گھر والوں کی تعزیت کرتے تھے لیکن آپ کا طریقہ یہ نہ تھا کہ تعزیت کے لئے اجتماع کرتے ہوں نہ قبر کے پاس نہ قبر کے سوا کہیں، یہ سب باتیں جو ایجاد کرلی گئی ہیں بدعت ہیں، آپ کا طریقہ تھا سکون اور رضا بالقضا (اللہ کے فیصلہ پر راضی ہونا) اور ہر حال میں اللہ کی تعریف کرنا اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھنا۔ آپ نے میت کے گھر والوں کو مکلف نہیں کیا کہ وہ لوگوں کو کھانا کھلائیں بلکہ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اہل میت کے لئے کھانا بھیجیں اور یہی اعلیٰ اخلاق کی بات ہے۔

شیخ لکھتے ہیں کہ ماتمی اجتماعات میں لوگ بڑے مبالغہ کے ساتھ میت کی تعریف کرتے ہیں۔ ان پر مرثیے پڑھتے ہیں۔ اور اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ مرحوم کی موت سے امت میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا محال ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ فضل ان کے ساتھ رخصت ہو گیا اور علم یتیم ہو گیا وغیرہ، حالانکہ یہ باتیں صریح جھوٹ ہوتی ہیں۔

اہل میت کی تعزیت

اہل میت کی تعزیت کرنی یعنی ان کو صبر کی تلقین کرنی اور تسلی دینی سنت ہے۔ تعزیت سے مصیبت زدگان کے مغموم دلوں کو تسلی ہوتی ہے اور ان کو صبر و سکون حاصل ہوتا ہے اور تعزیت کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اپنے کسی بھائی کی مصیبت میں اس کی تعزیت کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بزرگی کا حُلّہ پہنائے گا (ابن ماجہ) تعزیت کی فضیلت میں کئی حدیثیں مروی ہیں۔ تعزیت کے واسطے کوئی خاص لفظ یا کوئی خاص جملہ مقرر نہیں ہے بس ایسی بات کہنی چاہیئے جس سے اہل میت کو صبر و تسلی حاصل ہو اور غم دور ہو۔

میت کو مقام وفات سے بہت دور لے جا کر دفن کرنا

آج کل جب کہ کسی چیز کو بڑی سرعت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے ذرائع پیدا ہو گئے ہیں بعض لوگ بہت دور دراز مقام میں وفات پانے والے اپنے رشتہ دار کو زر کثیر صرف کر کے اپنے متعلقین میں لے آتے ہیں اور مقام وفات سے سیکڑوں ہزاروں میل دور لا کر اسے اپنے قبرستان میں دفن کرتے ہیں۔ حالانکہ سنت یہ ہے کہ میت کو اسی جگہ کے قبرستان میں دفن کیا جائے جہاں اس کا انتقال ہوا ہے یا جہاں وہ شہید ہوا ہے، میل دو میل منتقل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ بعض شہروں کے قبرستان ہی اتنی دوری پر ہوتے ہیں، لیکن میت کو اس کے مقام وفات سے زیادہ دور دراز مقام پر دفن کرنے کے لئے لے جانا درست نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے غزوۂ احد میں شہید ہونے والوں کو وہیں دفن کیا جہاں وہ شہید ہوئے تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالانکہ مدینہ کا قبرستان احد سے بہت زیادہ دور نہیں تھا۔ اسی طرح دمشق کی فتح کے موقع پر جو لوگ شہید کیے گئے تھے انھیں کسی اور مقام پر منتقل نہیں کیا گیا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے کہ جب وہ اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر گئیں جن کی وفات شام میں ہوئی تھی اور وہ مکہ لاکر دفن کیے گئے تھے تو فرمایا اگر میں وہاں حاضر ہوتی تو تم کو وہاں سے مکہ منتقل نہ کرنے دیتی۔

شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام جو مصر سے شام منتقل کیے گئے تھے تاکہ اپنے آباء و اجداد کے پہلو میں دفن ہوں تو وہ ہم سے پہلے کی شریعت تھی جس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ نیز میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے میں ایسی زحمت و خرچ برداشت کرنا ہوتا ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں۔ نیز میت کو دور دراز مقام سے منتقل کرنا اسے دفن کرنے میں کافی تاخیر کا موجب ہوتا ہے جبکہ میت کو دفن کرنے میں جلدی کرنے کا حکم ہے۔

حضرت خضر کی موت و حیات کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں لوگ حضرت خضر کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ نبی تھے یا ولی تھے، اور وہ اب تک زندہ ہیں یا وفات پا گئے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ وہ ولی تھے، آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے یہی تحقیق درست معلوم ہوتی ہے۔ خضر ان کا لقب ہے اور نام بلیا بن ملکا ہے اور کنیت ابوالعباس ہے۔ جس طرح ان کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے اسی طرح اب تک ان کے زندہ رہنے کی بابت بھی اختلاف ہے، لیکن جملہ محققین کی رائے ہے کہ وہ اب زندہ نہیں ہیں۔ امام بخاری سے حضرت خضر اور حضرت الیاس کی بابت دریافت کیا گیا، کیا وہ دونوں زندہ ہیں؟ تو فرمایا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ پہلے فرمایا تھا کہ روئے زمین پر جو لوگ بھی اس وقت زندہ ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ سو سال کے اختتام تک زندہ نہ رہ جائیں گے، اور صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس وقت جو بھی زندہ ہے وہ اب سے سو سال تک زندہ نہ بچے گا۔

بعض اور ائمہ سے بھی یہی سوال ہوا تو انھوں نے جواب میں قرآن کی یہ آیت پڑھ دی "وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ" یعنی ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی انسان کو دوام نہیں عطا کیا" اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے یہی سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا اگر حضرت خضر زندہ ہوتے تو ان پر لازم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے اور آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے اور آپ سے آپ کی شریعت کا علم حاصل کرتے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا تھا "اے اللہ تو اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو اس روئے زمین پر تیری پرستش کرنے والا کوئی نہ ہوگا" اور وہ جماعت تین سو تیرہ (۳۱۳) افراد پر مشتمل تھی جن کے نام مع ولدیت و خاندان معلوم و معروف ہیں اُن میں حضرت خضر کا نام نہیں ہے، پھر وہ کہاں تھے۔ اسی طرح کئی اور ائمہ و علماء سلف سے بھی ان کی موت کا واقع ہونا منقول ہے۔

اگر خضر زندہ ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ملتے اور جہاد میں آپ کے ساتھ شریک نہ ہوتے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اگر حضرت موسیٰ بھی اس وقت زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر انھیں چارہ نہ تھا" اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے

اسی طرح بعض آیات اور دوسرے بعض وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اب زندہ نہیں ہیں۔ اور اگر اب تک اُن کا زندہ ہونا تسلیم کر لیا جائے تو یہ ایک بہت ہی اہم بات ہے جس کا ذکر کہیں تو قرآن میں آنا چاہیے تھا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوتی جو بطور آیات خداوندی کے قرآن میں بھی مذکور ہوتی اور احادیث میں بھی ضرور اس کا ذکر ہوتا اور علماء محققین اس کے قائل ہوتے، رہے صوفیاء کرام جو انھیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب تک زندہ وموجود تسلیم کرتے ہیں اور اس پر بعض حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں سو اس کی بابت علامہ ابن القیمؒ نے فرمایا ہے کہ حیاتِ خضر کی بابت جتنی روایات بھی ذکر کی جاتی ہیں وہ سب کی سب جھوٹی روایات ہیں، اُن میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

بدعت میلاد

شیخ نے "الابداع فی مضار الابتداع" میں میلاد کی بدعت پر مستقل ایک فصل قائم کی ہے جس میں ایک بات تو انھوں نے یہ ذکر فرمائی ہے کہ بیان کیا جاتا ہے میلاد کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلفاء نے قاہرہ میں ایجاد کی۔ انھوں نے چھ میلادیں رائج کیں۔ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن میلاد۔ (۲) حضرت علیؓ کا جشن میلاد۔ (۳) حضرت فاطمہؓ کا جشن ولادت، (۴) حضرت حسنؓ کا جشن ولادت۔ (۵) حضرت حسینؓ کا جشن ولادت۔ (۶) خلیفۂ وقت کا جشن ولادت۔ اور یہ سب جشن عرصہ تک منائے جاتے رہے یہاں تک کہ افضل بن امیر الجیوش نے اس رسم کو ختم کیا، اور کافی دنوں تک یہ بدعت موقوف رہی اور لوگوں کے لئے یہ بھولی بسری چیز ہو گئی لیکن ۵۲۴ھ میں خلیفہ آمر باحکام اللہ نے اپنے دورِ خلافت میں پھر سے اس رسم کو جاری کر دیا اور شہر اربل میں لی سب سے پہلے ملک مظفر ابو سعید نے ساتویں صدی ہجری میں جشن میلاد النبی کو رائج کیا پھر تب سے اب تک یہ بدعت جاری ہے اور لوگوں نے وقتاً فوقتاً اس میں مزید نے بدعتیں شامل کیں جس کا مطالبہ اُن کے نفس نے کیا یا جو شیاطینِ انس و جن نے انھیں سُجھایا۔

شیخ نے دوسری بات یہ لکھی ہے کہ میلاد کے بدعت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، سب اسے بدعت اور دورِ خیر القرون کے بہت بعد کی ایجاد سمجھتے ہیں، اِتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے یا بدعت سیئہ ہے۔ پھر شیخ نے دونوں فریق کے استدلالات ذکر کئے ہیں اور بدعت حسنہ قرار دینے والوں نے جو اس کے محاسن و فوائد گنائے ہیں اور بدعت سیئہ قرار دینے والوں نے جو اس کے مفاسد و مضرات ذکر کئے ہیں شیخ نے بہ تفصیل اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر جب یہ بات مسلّم ہے کہ جشن میلاد بدعت ہے اور بعد کی ایجاد ہے تو بموجب حدیث نبوی "کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" اس کے حسنہ ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"گزشتہ لوگوں میں سے بعض نے بدعت میں کچھ محسن دیکھا کہ بدعت کی بعض قسموں کو انھوں نے مستحسن قرار دیا۔ لیکن اس فقیر کو اس مسئلہ میں ان سے اتفاق نہیں، وہ کسی بھی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتا اور اس میں اس کو سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ اور محسوس نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ ہر بدعت گمراہی ہے"

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں: "سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں نے کہاں سے کسی ایسے کام میں حُسن ہونے کا فیصلہ کیا جو اسلام کے دین کامل اور خدا کے پسندیدہ و مقبول مذہب میں اتمام نعمت کے بعد ایجاد کیا گیا ہو، کیا ان کو یہ موٹی بات معلوم نہیں کہ اتمام و اکمال اور قبولیت کے بعد کسی دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جائے تو اُس میں حُسن نہیں ہو سکتا" فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ" (حق کے بعد صرف ضلال ہی کا درجہ رہ جاتا ہے) اگر اُن کو یہ معلوم ہوتا کہ دین کامل میں کسی نو پیدا شدہ چیز کے حُسن کا فیصلہ کرنا اس کے عدم کمال کو مستلزم ہے اور اس بات کا اعلان کہ نعمت ابھی تمام نہیں ہوئی ہے تو وہ کبھی اس کی جرأت نہ کرتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں: "جب دین میں ہر نوایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت، تو کسی بدعت میں حُسن پائے جانے کا کیا مطلب؟ اور جب احادیث سے صاف طور پر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہر بدعت رافعِ سنّت ہوتی ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر بدعت سیّئہ ہے حدیث میں آتا ہے "جب کوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے تو اسی کے بقدر سنّت اٹھا لیجاتی ہے۔ پس سنت کو اختیار کرنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے"۔ اور حضرت حسانؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب بھی کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت پیدا کرے گی تو ضرور اللہ تعالیٰ ان سنتوں میں سے جن پر وہ عمل پیرا ہیں کوئی سنّت سلب کرلے گا پھر قیامت تک وہ اُن کو واپس نہ دے گا"۔ جاننا چاہیئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے حَسَنہ سمجھا ہے جب ان پر اچھی طرح سے غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔

اسی مکتوب میں بدعت حسنہ کے وجود کا بالکل انکار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: لوگوں نے کہا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حَسَنہ اور بدعت سیّئہ۔ اس نیک عمل کو بدعت حسنہ کہتے ہیں جو عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور اس سے کوئی سنّت نہ اٹھتی ہو۔ اور بدعت سیّئہ وہ ہے جو رافع سنّت ہو۔ اس فقیر کو ان بدعات میں سے کسی بدعت میں حُسن و نورانیت نظر نہیں آتی اور اس میں سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ فرض بھی کر لیا جائے کہ آج کسی عمل مبتدع میں ضعفِ بصارت کی وجہ سے تازگی و صفائی نظر آتی ہے تو کل جب نظر تیز اور دور بیں ہوگی تو خسارہ کے احساس اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا امور دین میں سے ہونا ثابت نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے ۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے محفل میلاد کی بابت بھی سوال کیا گیا تھا تو آپ نے اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا اور اسے بالکل ہی بند کر دینا ضروری قرار دیا ۔ (ملاحظہ ہو تاریخ دعوت و عزیمت ج ۴ ص ۲۵۳ تا ص ۲۶۰)

حافظ ابوبکر بغدادی حنفی الشہیر بابن نقطہ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں " ان عمل المولد لم ینقل عن السلف ولا خیر فیما لم یعمل السلف " بیشک مولود کا کام سلف سے منقول نہیں ہے اور اُس کام میں کبھی بھی بھلائی نہیں ہو سکتی جسے سلف نے نہ کیا ہو ۔

امام احمد بصری اپنی کتاب " قول معتمد " میں فرماتے ہیں " قد اتفق علماء المذاھب الاربعۃ علی ذم العمل بہ " چاروں مذاہب کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ میلاد کا کام مذموم کام ہے ۔

علامہ تاج الدین فاکہانی اپنے ایک رسالہ " المورد فی الکلام علی المولد " میں لکھتے ہیں : " لا اعلم لھذا المولد اصلا فی کتاب ولا سنۃ ولا ینقل عملہ عن احد من علماء الامۃ الذین ھم القدوۃ فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین ۔ بل ھو بدعۃ احدثھا البطالون وشھوۃ نفس اعتنی بھا الاکالون " محفل میلاد کی کوئی اصل کتاب و سنت سے مجھے نہیں ملی اور نہ وہ ایسے علماء سے منقول ہے جو دین کے پیشوا اور آثار سلف سے تمسک کرنے والے تھے ۔ بلکہ وہ ایک بدعت ہے جسے باطل پرستوں نے ایجاد کیا ہے اور جس کا بڑا اہتمام شکم پرور نفس پرست کرتے ہیں ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواقع خوشی کی منکرات

شیخ نے "منکرات الافراح" کی ایک فصل قائم کی ہے اور فرماتے ہیں کہ لوگ خوشی کے مواقع پر جو کچھ کرتے ہیں اگر تم ان ساری حرکتوں اور ان سارے افعال کو شریعت کے میزان پر تولو تو سمجھ میں آئے گا کہ لوگ خوشی کے مواقع پر کس قدر بدعات و منکرات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لوگوں نے اب اپنی خوشیوں کو طرح طرح کے منکرات سے ملوث کر رکھا ہے خواہ ان خوشیوں کا تعلق کسی خاص فرد سے ہو یا اس کا تعلق قوموں اور جماعتوں سے ہو۔ ہر سطح پر بہت سی بدعات و منکرات پائی جاتی ہیں حالانکہ خوشی کا موقع ہو یا غمی کا کسی حال میں بھی شریعت کے دائرے سے قدم باہر نہ رکھنا چاہیئے۔ لیکن افسوس ہے کہ لوگ ایسے مواقع پر اس قدر جذباتی ہو جاتے ہیں کہ شرعی حدود تک کا لحاظ اٹھا دیتے ہیں اور اگر کوئی اس طرف توجہ دلاتا ہے تو اسے قبول کرنے کے بجائے لوگوں کو اس توجہ دہانی پر ناگواری ہوتی ہے اور وہ خوشی و غمی میں گویا خود کو مرفوع القلم سمجھتے ہیں کہ خوشی و غم کے اظہار کے لئے وہ جو چاہیں کریں گویا اس موقع پر سب روا ہے۔

ایک واقعہ اُن دنوں کی بات ہے جب میرے استاذ مرحوم حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی (برد اللہ مضجعہ) بحیات تھے وہ ایک تقریب نکاح میں شریک ہوئے، عقد نکاح کے بعد ایک شاعر نے سہرا پڑھا جس میں وہ خوشی کی ترنگ میں یہاں تک کہہ گیا ؎ "کر لو خطا کہ آج خطائیں معاف ہیں"

استاذ مرحوم نے اس ذہنیت و جسارت پر اُن شاعر صاحب کی بڑی زوردار مزاج پرسی کی اور مسلمانوں کی اس فساد ذہنیت پر سخت رنج و افسوس کا اظہار فرمایا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس واقعہ کے ذکر کے ساتھ ایک واقعہ شیخ الاسلام علامہ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ (المتوفی ۶۶۰ھ) کا مجھے یاد آیا جو اسی سلسلۂ بیان میں ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ شیخ کے زمانے میں خلیفۂ وقت کا انتقال ہوا تو اس کی وفات پر بہت سے شعراء نے مرثیے لکھے۔ ایک مجلس میں جس میں وہ مرثیے پڑھے گئے شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ بھی موجود تھے۔ ایک شاعر نے اپنے مرثیے میں یہ شعر بھی پڑھا:

مات من کان بعض اجنادہ المو ت ومن کان یخشیہ القضاء

یعنی موت آگئی اس شخص کو کہ موت جس کے لشکر کا ایک حصہ تھی، اور جس سے قضا خوف کھاتی تھی۔ اس شعر میں قضائے الٰہی کی توہین پائی جارہی تھی۔ قضا خوف کھاتی تھی گویا خدائے عزوجل کو خوف لاحق تھا، یہ جملہ ایک غیرتمند مومن کے لئے ناقابل برداشت تھا شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار کیا اور اس شاعر کو سزا دینے کا مطالبہ کیا، چنانچہ اس شاعر کو سزا دی گئی کافی عرصہ تک وہ قید میں رہا پھر کچھ امراء وحکام کی سفارش اور اس شخص کے توبہ کرنے کے بعد اسے رہائی ملی۔ (الابداع ص ۲۴۳)

اس واقعہ کے ساتھ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ کا یہ واقعہ بھی پڑھ لیجئے جسے ان کے ایک شاگرد الباجی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ہمارے شیخ عزالدین ایک مرتبہ سلطان مصر (نجم الدین ایوب المتوفی ۶۴۷ھ) کے پاس اس کے قلعہ میں گئے۔ عید کا دن تھا، انھوں نے لکھا ہے کہ دربار لگا ہوا ہے اور لشکر بادشاہ کے سامنے ایستادہ ہے۔ سلطان اپنی پوری شوکت وعظمت اور زینت کے ساتھ موجود ہے امراء سلطان کے سامنے تعظیماً زمین بوس ہیں۔ دربار کی یہ کیفیت ہے اور اسی حال میں شیخ الاسلام علامہ عزالدین بن عبدالسلام سلطان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کا نام لیکر پکارا "ایوب! اللہ کے سامنے تم کیا جواب دو گے اگر اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے پوچھا کہ ہم نے تم کو مصر کی فرمانروائی عطا کی اور تو شراب جائز کرتا ہے۔ سلطان نے کہا کیا ایسا ہوا ہے، شیخ نے کہا ہاں فلاں دوکان پر شراب فروخت کی جاتی ہے اور دوسرے منکرات ہوتے ہیں اور تم اپنے عیش و آرام میں پڑے ہو۔ شیخ نے یہ باتیں بڑی جرأت کے ساتھ بآواز بلند کہیں اور لشکری اسی طرح مؤدب کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے جواب دیا یہ میرا کیا ہوا نہیں ہے یہ سلسلہ تو میرے والد کے زمانے سے قائم ہے۔ شیخ نے فرمایا کیا تو ان لوگوں میں سے ہے جو کہتے ہیں" ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا" یہ سنتے ہی سلطان نے اس دوکان کو بند کر دینے کا فرمان جاری کیا۔ جب شیخ سلطان کے پاس سے واپس آئے اور یہ خبر مشہور ہوئی تو میں نے شیخ سے ماجرا پوچھا۔ شیخ نے فرمایا جب میں نے اس کو شوکت و عظمت میں دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ اس شاہانہ کیفیت نے اس میں غرور پیدا کر دیا ہوگا اس کی بھلائی اسی میں ہے کہ اس کے غرور پر تھوڑی سی ضرب لگائی جائے ورنہ اس کا نفس موٹا اور سرکش ہو کر اس کو نقصان پہونچائے گا۔ میں نے کہا آپ کو کچھ ڈر نہیں لگا؟ فرمایا۔ خدا کی قسم جب میں نے اس کے سامنے خدا کی شان و کبریائی کا استحضار کیا تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے میرے سامنے کوئی بلا بیٹھا ہوا ہے۔" (طبقات الشافعیہ صفحہ ۸۲ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے)

شیخ لکھتے ہیں کہ شادیوں میں نیز حاجیوں کی آمد پر اور اسی طرح کے دوسرے خوشی و غمی کے مواقع پر نیز بادشاہوں کی تخت نشینی و سالگرہ وغیرہ کی تقاریب میں تم دیکھو گے کہ عوام تو عوام ہیں اچھے اچھے ثقہ و سمجھدار لوگ تک ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، گویا وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ خوشی و غمی میں شرعی و اخلاقی حدود کی پابندی ضروری نہیں۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

شادی بیاہ میں احکام شرع کی پامالی

بعض لوگ شادیوں میں زفاف سے پہلے دولھا کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ پیر میں مہندی لگاتے ہیں حالانکہ یہ مردوں کے لئے حرام ہے[ع۵] اِلّا یہ کہ وہ کسی عذر کے سبب ہو۔ نیز اس موقع پر عورتیں بڑی بے حیائی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ پردے کا اہتمام نہیں رہ جاتا۔ مردوں کی بھیڑ میں چلتی پھرتی اور بڑی بیباکی سے آمد و رفت رکھتی ہیں۔ نیز بڑا چراغاں کیا جاتا ہے کافی گلدستوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ غیر شرعی گانے باجے ہوتے ہیں اور بڑی فضول خرچی کی جاتی ہے جو شرعاً ممنوع و حرام ہے، فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ قرآن میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ فضول خرچی اللہ و رسول کی نظر میں کس قدر ناپسندیدہ ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ابی وقاص کے پاس سے گزرے جو بیٹھے وضو کر رہے تھے اور وضو میں پانی ضرورت سے کچھ زیادہ خرچ کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سعد! یہ کیا فضول خرچی ہو رہی ہے، حضرت سعد نے کہا کیا وضو میں بھی فضول خرچی ہے؟ (یعنی کیا وضو جیسے نیک کام میں بھی پانی زیادہ خرچ کرنا فضول خرچی کے ضمن میں آتا ہے؟) آپ نے فرمایا، ہاں اگرچہ تم بہتی نہر پہ بیٹھے وضو کر رہے ہو۔ (اس حدیث کو امام احمد و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)

غور کیجئے کہ وضو کا معاملہ ہے جو نہایت ہی ضروری دینی کام ہے اور خرچ ہے پانی

ع۵ سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ ایک ہجڑہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پکڑ کر لایا گیا کیونکہ اس نے اپنے ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے ہوئے تھے۔ آپ نے اسے اس جرم میں مدینہ سے جلوا دیا، بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دیکھ کر فرمایا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس کو اس جرم میں قتل نہ کر دیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے

(کتاب الادب باب الحکم فی المخنثین)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا جو بلا ضرورت بھی بیحد و حساب ضائع ہوتا ہے اور وہ بھی موقع ہو بہتی ہوئی نہر پر وضو کرنے کا جس کا مستعمل پانی بھی اسی نہر ہی میں گرتا ہے پھر بھی حضور فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں بھی ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا فضول خرچی ہے۔

گویا شریعت کی نظر میں ضرورتِ واقعی سے زیادہ خرچ کرنا خواہ وہ دینی کام میں ہو یا دنیوی کام میں، اور وہ قیمتی چیز کا خرچ ہو یا بے قیمت کا وہ بہرحال فضول خرچی ہے جو اللہ و رسول کو بہت زیادہ ناپسند ہے۔

شادی میں لوگوں کی فضول خرچی کا دائرہ بڑا وسیع ہوتا ہے۔ کپڑے، شادی کے کھانے، سامانِ لہو و لعب، مکان اور کمروں کی سجاوٹ، دولھا دلھن کے سامانِ زینت و سامانِ جہیز وغیرہ غرض شادیوں میں مختلف مراحل ہیں جن میں بیحد اسراف و فضول خرچی سے کام لیا جاتا ہے اور یہ منکرات عام ہیں۔ ان فضول خرچیوں کا جو انجام مرنے کے بعد ہوگا وہ تو بعد کی بات ہے مگر دنیا میں بھی اس کا انجام خسران و محتاجی ہوتا ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو زیادہ دولتمند نہیں ہوتے وہ اس فضول خرچی میں محتاج یا مقروض ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ بہت سے لوگ شادی کی ان فضول خرچیوں کے لئے سودی قرض تک لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ سود جیسے گناہ کے بھی مرتکب ہوتے ہیں اور قلیل آمدنی کے سبب اس سودی قرض کی ادائیگی میں جس قدر تاخیر ہوتی ہے اس پر سود در سود بڑھتا ہے وہ مزید خسارہ ہے اور بسا اوقات وہ قرض اور سود در سود کا یہ چکر اس کی زندگی کے لئے وبالِ جان و سوہانِ روح بن جاتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کی خوشی کے لئے وہ بے احتیاطی و فضول خرچی زندگی بھر کے لئے مصیبت بن جاتی ہے۔ اور یہ پہلو بھی قابلِ توجہ ہے کہ شادی کی بہت سی فضول خرچیاں نہ دولھا کے کام آتی ہیں نہ دلھن کے۔ ان فضول خرچیوں سے نہ اُن کا حال بہتر بنتا ہے نہ اُن کا مستقبل سنورتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعثِ مسرت ہے کہ اب بعض جگہ کچھ لوگوں کو اس کا احساس ہوا ہے اور انھوں نے شادی وغمی کے مراسم ومصارف میں بعض اصلاحات کی ہیں یا اصلاحات کے لئے کوشاں ہیں اور ان مواقع کے اخراجات کو ضروری مصارف تک محدود کرنا شروع کر دیا ہے، جہیز کی رقم بہت زیادہ مقرر کرنے کے رجحان میں بھی تبدیلی آرہی ہے۔ ممکن ہے اصلاحات کا یہ رجحان رفتہ رفتہ مزید پروان چڑھے اور ان سمجھداروں کی دیکھا دیکھی دوسری جگہ کے لوگ بھی ان کی اقتدا کریں۔ اِس طرح حالات میں سُدھار آئے اور دولت بربادی و فضول خرچی سے محفوظ ہو۔

شادی کی منکرات میں سے یہ بھی ہے کہ دعوت ولیمہ میں صرف مالداروں کو اور خواص کو مدعو کیا جائے، فقراء و مساکین کو نظر انداز کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " ولیمہ کا وہ کھانا بہت بُرا کھانا ہے جس میں فقراء و مساکین کو چھوڑ کر صرف مالداروں کو دعوت دی گئی ہو۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ)۔

ولیمہ کی دعوت ہو یا کوئی بھی بڑی دعوت اس میں مدعو کرنے کے لئے امیر و غریب کا امتیاز غیر اسلامی طریقہ ہے۔ ایک بار مکہ مکرمہ میں ایک صاحب کے یہاں دعوت ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مدعو تھے۔ جب آپ وہاں پہونچے تو کھانے والوں کی محفل میں آپ کو خُدام شامل نظر نہ آئے، آپ نے صاحبِ خانہ سے دریافت کیا۔ ہم خُدام کو کھانے میں شریک نہیں دیکھ رہے ہیں کیا بات ہے کیا تم لوگ ان کو نظر انداز کرتے ہو؟ صاحبِ خانہ نے جواب دیا، ہم اپنے کو اُن پر ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا! کیا حال ہوگا اس قوم کا جس نے اپنے کو خدام پر ترجیح دی پھر خود نہ کھایا اور خادموں کو بلا کر کھلا دیا۔ (تاریخ عمر لابن الجوزی ص۹۷)۔

شیخ علی محفوظ نے اسی فصل میں شادی کی یہ عجیب و غریب رسم بھی ذکر کی ہے کہ بعض جگہ لوگ دلھن کے ساتھ ایک حسین و جمیل لڑکا کی مورتی بھی خریدتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اس مقصد سے کہ جب وہ دلھن حاملہ ہو تو حالت حمل میں وہ مورتی دیکھتی رہے تاکہ اُس حمل سے اُسی جیسا حسین وجمیل لڑکا پیدا ہو۔

خدا جانے یہ رسم کہاں پائی جاتی ہے ممکن ہے شیخ رحمہ اللہ کے دیار میں وہیں بلاد عرب میں کہیں یہ رسم ہو لیکن جہاں بھی ہو یہ نہایت ہی جاہلانہ واحمقانہ رسم ہے خاص کر مسلم گھرانوں میں اس طرح کی رسم اور ایسی ذہنیت نہایت ہی افسوسناک ہے۔

اس رسم کے ذکر کے ساتھ عاصم بن رشیق کے سفرنامے کا ایک واقعہ یاد آیا جس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ عاصم بن رشیق نے لکھا ہے کہ میں ۵۹۲ھ میں چین گیا تھا وہاں چینیوں کی ایک شادی میں دیکھا کہ جہیز کے سامان میں دلھن کے باپ نے ایک کوڑا بھی دیا اور دو تین کوڑے لڑکی کو خود مار کر داماد کو ہدایت کی کہ تم بھی برابر اس کوڑے سے کام لیتے رہنا۔ یہ وہاں کے رواج میں داخل تھا۔

شیخ نے اس فصل کے اخیر میں بعض ایسے رسوم ذکر کئے ہیں جو نہایت غلیظ اور گندے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں بھی ایسے گندے رسوم پائے جاتے ہیں۔ شیخ ان رسوم کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ ہر عاقل غیور دیندار پر لازم ہے کہ وہ مسلم گھرانوں سے ایسے رسوم ومنکرات کا ضرور قلع قمع کرے اور اگر وہ اس سے عاجز ہو تو کم از کم خود کو ان رسوم ومنکرات سے دور رکھے۔ وباللہ التوفیق۔

منکرات فضیلت کے ایام میں

شیخ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ عطیات ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے کچھ مُوفّق (توفیق دیئے گئے) بندے ہی پاتے ہیں اور غیر مُوفّق لوگ اس سے غافل رہ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت بے پایاں ہے اور اس کی بڑی حکمت ہے، اس نے بعض دنوں بعض راتوں اور بعض مہینوں کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے جس طرح کہ اس کی حکمت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متقاضی ہوئی، پھر اس نے اپنے بندوں کو اس سے آگاہ کر دیا تاکہ وہ اس کی فضیلت حاصل کر سکیں اور اپنی نیکیوں میں اضافہ کر لیں، جس سے ممکن ہے خدا کی رضا انھیں حاصل ہو جائے۔

عید کے ایام اور خیر کے موسم ہی وہ فضیلت کے اوقات ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی تاکہ ان میں اللہ کا قرب حاصل کیا جائے اور اس کی بے پایاں نعمتوں پر اس کی شکر گزاری کی جائے۔

عید کے دن اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خصوصی کرم ہوتا ہے اور خیر کے موسم (مثلاً رمضان کا مہینہ، ذی الحجہ کا پہلا عشرہ، یوم عاشوراء وغیرہ) زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے اور ثواب کمانے کے مواقع ہوتے ہیں جس سے غافل رہ کر آدمی بڑے نفع سے محروم رہ جاتا ہے، جس طرح کہ تجارت کے کچھ خاص موسم اور سیزن ہوتے ہیں جن میں اگر تاجر غافل بیٹھا رہ جائے تو وہ بڑے نفع سے محروم رہ جاتا ہے اور وہ غفلت اس کے لئے بڑے خسارے کا سبب بن جاتی ہے۔

جب کوئی بندہ اپنی نیکیوں کے سبب خدا کا پسندیدہ و محبوب بندہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دیتا ہے اسے توفیق کی نعمت سے نوازتا ہے چنانچہ وہ خیر کے موسم اور فضیلت کے اوقات سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کی فضیلت بھرپور حاصل کرتا ہے اور بڑے ثواب و صلہ کا مستحق قرار پاتا ہے۔

لیکن شیطان ــــــ خدا کی اس پر لعنت ہو ــــــ جس نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ لوگوں کو صحیح راستہ سے بہکائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و انعام سے انھیں دور رکھے گا اور انھیں بدبختی و حرماں نصیبی میں مبتلا کر دے گا اس نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ لوگوں کو فریب دیا اور ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی کہ یہ فضیلت کے اوقات راحت و مسرت کے لمحات ہیں ان اوقات و ایام میں طرح طرح کی دلچسپیوں اور لذتوں کے آئیٹم شامل ہونے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہئیں، چنانچہ لوگوں نے شیطان کے اس بہکاوے میں آکر خیر کے موسم اور فضیلت کے اوقات وایام کو طرح طرح کی دلچسپیوں اور خواہشات نفس سے آلودہ کر دیا اور ان کی ایسی مٹی پلید کی کہ اب اُن موسم اور اُن ایام میں لوگ اللہ کے ذکر و شکر کے ذریعے نیکیاں حاصل کرنے کے بجائے غیر شرعی دلچسپیوں اور غیر مشروع اعمال کے ذریعے بڑے شوق سے گناہوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتے ہیں حالانکہ خیر کے موسم اور فضیلت کے ایام واوقات میں جو ثواب اور نیکیوں کے کام ہیں وہ واضح ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین صادقین نے وہ موسم اور وہ ایام کس طرح گزارے حدیث و سیرت کی کتابوں میں درج ہیں اور وہ معروف اعمال ہیں۔ مگر مسلمانوں کی بدبختی ہے کہ وہ رسول اکرمؐ و مومنین صادقین کا طریقہ اختیار کرنے اور انھیں اعمال پر اکتفا کرنے کے بجائے خود ساختہ طریقوں کے جال میں پھنس گئے ہیں اور اُن ایام واوقات میں جو بدعات و خرافات پیدا کر دی گئی ہیں ان کی اتباع کرنے لگے ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں بدعت بڑی باریک وتاریک ہوتی ہے، لوگ بدعت میں مبتلا ہوتے ہیں مگر انھیں احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ بدعت کے مرتکب ہو رہے ہیں، لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ سنت کبھی بدعت نہیں ہو سکتی اور بدعت کبھی سنت نہیں ہو سکتی خواہ لوگوں کو اس کا شعور واحساس ہو یا نہ ہو۔ البتہ جب لوگوں کی آنکھوں پر پردے پڑ جائیں گے اور وہ رسول کا طریقہ بھول بیٹھیں گے اور اپنی خواہش نفس کے تابع ہو جائیں گے تو بدعتوں کو عام طور پر سنت سمجھا جانے لگے گا اور لوگ بدعات کو سنت اور نیکی کا کام سمجھ کر کرنے لگیں گے اور یہ سخت گمراہی کی بات ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اس سے بڑا گمراہ کون ہے جس نے خدا کی ہدایت کے برخلاف اپنے خواہش نفس کی اتباع کی، خدا ایسے ظالموں کو ہدایت سے محروم ہی رکھتا ہے۔" (پ۲۰ ع ۸)

شیخ نے اس تمہید کے بعد عید الفطر و عید الاضحیٰ و یوم جمعہ اور فضیلت کے دوسرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایام کا تذکرہ کیا ہے اور قرآن و حدیث سے ان ایام کے فضائل اور مشروع و مسنون کام ذکر کئے ہیں اور ان کی بابت لوگوں کی غفلت و کجروی بیان کی ہے کہ ان ایام کے مشروع کام کیا ہیں اور لوگ وہ مشروع کام چھوڑ کر ان ایام میں کیا کیا حرکتیں کرتے ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں کہ عید الفطر و عید الاضحیٰ کی شب میں اللہ کا ذکر ہونا چاہیئے زیادہ سے زیادہ تکبیرات پڑھنی چاہئیں، گھروں میں، بازاروں میں، راستوں میں عید کی رات[1] ہو یا دن بآواز بلند تکبیر پڑھنی چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ یہ عید کے شب و روز ہیں جن میں کہ تکبیرات کی گونج ہے۔ مگر لوگ تکبیرات کے بجائے دوسری دلچسپیوں میں مصروف ہوتے ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ لوگ اس شب و روز کے ثابت شدہ کام کے بجائے عید کی رات کو قبرستان میں جاتے ہیں اور بعض دوسری خواہشات نفس میں مبتلا رہتے ہیں۔

عیدین میں غسل کرنا، عیدگاہ ایک راستہ سے جانا دوسرے راستہ سے واپس ہونا، عید الفطر میں کچھ کھا کر عیدگاہ جانا اور عید الاضحیٰ میں بغیر کچھ کھائے عیدگاہ جانا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ کھانا، یہ سب مسنون کام ہیں مگر ان کا لحاظ کم لوگ کرتے ہیں، اکثر لوگ ان مسنون کاموں کی پرواہ نہیں کرتے، بہت سے لوگ عیدین کا خطبہ سننے پر متوجہ نہیں ہوتے، بعض لوگ اس بدعت میں مبتلا ہیں کہ نماز عید سے فارغ ہو کر گھر جانے کے بجائے اولیاء کے مزارات اور مقبروں کا رخ کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ

---

[1] عید الفطر کی رات میں تکبیر پڑھنی امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ ان کے نزدیک روزہ ختم ہوتے ہی شوال کا چاند دیکھنے کے بعد ہی سے تکبیر پڑھنی شروع کر دینی چاہیئے۔ علامہ ابن تیمیہؒ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ بھی اسی کے قائل تھے اور شیخ علی محفوظ بھی اسی کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر جمہور علماء کے نزدیک عید الفطر میں عید کی نماز کے لئے نکلتے وقت سے نماز ختم ہونے تک تکبیر پڑھنی چاہیئے۔ البتہ عید الاضحیٰ میں یکم ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک تکبیرات پڑھنی چاہیئے (ملاحظہ ہو مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۵۷ ج ۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام عید گاہ جاتے ہوئے ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس ہوتے مگر یہ ثابت نہیں ہے کہ جاتے یا واپس ہوتے وقت وہ قبرستان میں جاتے رہے ہوں۔ عید الاضحیٰ کی بابت تو یہ صحیح روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید الاضحیٰ کے دن ہم سب سے پہلے نماز پڑھتے ہیں پھر لوٹتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت اختیار کی (بخاری و مسلم)۔ اب شیطان کی یہ بوالعجبی دیکھو کہ اس نے لوگوں کو مقبروں اور مزاروں کی طرف مائل کر دیا اور ان کے ذہن میں بٹھایا کہ یہ تو نیکی اور ثواب کے کام ہیں۔

قربانی کرنے کی شدید تاکید آئی ہے لیکن بہت سے لوگ ہیں جو استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتے حالانکہ وہ کپڑے وغیرہ عید کی تیاریوں میں کافی پیسے خرچ کر دیتے ہیں۔ قربانی کرنے والوں میں بعض لوگ غیر مشروع طریقے پر قربانی کرتے ہیں مثلاً غیر داننا جانور کی قربانی کر دیتے ہیں یا اپنی قربانی کے ذبح کے وقت وہاں حاضر نہیں رہتے یا جیسا بھی جانور ملا ذبح کر دیتے ہیں اچھا جانور ذبح کرنے کا اہتمام نہیں کرتے وغیر ذلک۔

اسی طرح فضیلت کے ایام میں سے جمعہ کا دن ہے جس میں ذکر الٰہی، تلاوت قرآن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا، دعا کرنا، غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، بال تراشنا، ناخن کاٹنا، اچھے لباس پہننا اور سویرے مسجد جانا مشروع و مسنون ہے، مگر لوگ ان مسنون کاموں کا اہتمام نہیں کرتے اس کے بجائے جہاں جمعہ کے دن تعطیل ہوتی ہے۔ اس دن لہو و لعب اور تفریحات وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں نیز جمعہ کی نماز میں آنے والے بعض حضرات لوگوں کی گردن پھاند کر اندر گھستے ہیں حالانکہ گردن پھاندنا ممنوع ہے اور پہلے آنے والے بھی اس کا خیال نہیں رکھتے کہ وہ پہلے اگلی صفیں بھریں حالانکہ یہی ان کو حکم ہے اور اس طرح جب اگلی صفیں بھری ہوئی ہوں گی تو کسی کو اندر گھسنے کی نہ ضرورت ہوگی نہ گردن پھاندنے کی نوبت آئے گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح عاشورا کا دن فضیلت کا دن ہے اس دن صرف روزہ رکھنا مشروع ہے مگر لوگوں نے اس دن روزہ رکھنے کے بجائے بے شمار خرافات ایجاد کر لئے ہیں، وہ اس دن روزہ نہیں رہتے جو کہ مشروع ہے اور بدعات و خرافات میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیتے ہیں جو کہ باعثِ گناہ ہے[1]۔

نیز ۱۲ ربیع الاول کو دن میں اور رات میں اور شبِ معراج و شبِ برأت میں لوگوں نے بہت سی بدعات و عبادات ایجاد کر لی ہیں حالانکہ ان میں قرآن و حدیث سے کوئی خاص عمل ثابت نہیں ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ثابت شدہ عبادات سے تو بے پروائی ہے اور غیر ثابت عبادات کے لئے توجہ و اہتمام ہے۔ فیا للعجب و یا للخسران۔

بدعات و منکرات بضمن عبادات

شیخ نے ایام فضیلت اور اس سے متعلق منکرات کے ذکر کے بعد ساتویں فصل قائم کی ہے " فی البدع التی تقع فی العبادات " عبادات میں پائی جانے والی بدعات کے ذکر میں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ عبادات کی نوعیتیں بھی بہت ہیں اور ان میں کی جانے والی بدعات بھی مختلف نوعیتوں کی ہیں اور اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے۔

---

[1] شیخ نے اس بحث میں یوم عاشورا کی بعض بدعات و منکرات کا تذکرہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں مروی بعض احادیث ذکر کر کے ان کی حیثیت واضح کر دی ہے کہ وہ احادیث کس درجہ سقیم ہیں۔ اس موضوع پر میری ایک مستقل کتاب ہے جس کا نام ہے " فضائل محرم و یوم عاشورا ــــ ایک تنقیدی جائزہ " میں نے اس میں محرم و یوم عاشورا سے متعلق مروی تمام احادیث ذکر کر کے ان کا جائزہ لیا ہے اور ان کی حیثیت بہ تفصیل واضح کر دی ہے اس موضوع پر میری اس کتاب کا مطالعہ ان شاء اللہ اس سلسلہ میں کافی معلومات کا ذریعہ ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ ذوالنون بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدعات و منکرات سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کو اصول دین کا علم ہو اور فروعات میں وہ بس انھیں چیزوں کو اختیار کرے جن کا کتاب و سنت سے ہونا ثابت ہو اور اُسی قدر پر اکتفا کرے اُس سے آگے قدم نہ بڑھائے اِسی میں احتیاط و سلامتی ہے۔

نماز کی نیت بالجہر بدعات فی العبادات کا ذکر کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں کہ نماز شروع کرتے ہوئے بالجہر نیت کرنی بدعت ہے۔ نہ امام بالجہر نیت کرے نہ مقتدی، نہ اکیلا نماز پڑھنے والا۔ اس لئے کہ بالجہر نیت نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ خلفاء راشدین سے نہ جماعت صحابہ میں کسی سے۔ علامہ ابن القیمؒ زادالمعاد میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو "اللہ اکبر" کہہ کر نماز شروع کرتے، اس سے پہلے زبان سے نیت کے الفاظ ہرگز ادا نہیں کرتے تھے، آپ یہ سب کچھ نہیں کہتے تھے کہ "میں نماز پڑھتا ہوں واسطے اللہ کے، منہ قبلہ کی طرف، چار رکعت بحیثیت امام یا مقتدی، بحیثیت ادا یا قضا۔ وغیرہ وغیرہ" نماز شروع کرتے وقت یہ سب باتیں کہنی سراسر بدعت ہیں ان میں سے کوئی لفظ بھی اور کوئی بات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ کرام سے یا تابعین سے یا ائمہ اربعہ سے ثابت نہیں ہے، نہ کسی صحیح سند سے نہ ضعیف سند سے۔ نہ مسند نہ مرسل۔ غرض ایک لفظ بھی کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ بعض متاخرین کو امام شافعیؒ کے اس قول سے دھوکہ ہوا ہے کہ نماز روزہ کی طرح نہیں ہے نماز میں کوئی ذکر کے بغیر داخل نہ ہو۔ اس سے بعض متاخرین نے سمجھا کہ ذکر سے مراد لفظاً نیت کرنا ہے حالانکہ ذکر سے امام شافعی کی مراد تکبیر تحریمہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور امام شافعی کیونکر ایسی بات کو پسند کر سکتے ہیں جس کو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی نماز میں کیا ہے نہ خلفائے راشدین و صحابہ کرام میں سے کبھی کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا طریقہ و اُسوہ کتابوں میں محفوظ ہے اگر کوئی شخص ان سے اس بارے میں ایک حرف بھی ثابت کردے تو ہم اسے قبول کرلیں گے۔ بیشک ان کا طریقہ ہی کامل و اکمل ہے اور وہ چیز کبھی سنت نہیں ہوسکتی جو شارع علیہ السلام سے ثابت نہ ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کے سوا کچھ بھی لفظاً کہنا ثابت نہیں ہے۔

لطیفہ :۔ بنارس کے جناب حاجی عبدالستار مجاہد (نور اللہ مرقدہ) بیان کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جونپور گیا۔ وہاں ہم لوگ نماز عصر پڑھنے کے لئے جامع مسجد گئے۔ جب لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو مصلیوں نے حسب عادت کہنا شروع کیا "میں نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز عصر کی، واسطے اللہ کے، پیچھے اس امام کے، منہ طرف قبلہ کے، اللہ اکبر" مصلیوں نے جلدی جلدی یہ الفاظ ادا کئے اور نماز میں داخل ہوگئے۔ مولانا سیف بنارسیؒ نے یہ تماشا دیکھا تو بآواز بلند بڑے اطمینان سے کہنا شروع کیا "میں نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز عصر کی، واسطے اللہ کے، منہ طرف قبلہ کے، سر طرف آسمان کے، پاؤں طرف زمین کے، دائیں طرف عبدالستار کے، بائیں طرف ایک ایسے آدمی کے جسے میں نہیں جانتا، اللہ اکبر" اور نماز شروع کردی۔ امام صاحب اور تمام نمازیوں کے لئے یہ بڑی عجیب آواز تھی، نماز سے فارغ ہوتے ہی امام صاحب اور تمام نمازی مولانا کی طرف متوجہ ہوگئے اور خفا ہونے لگے کہ ایسا کیوں کہا۔ مولانا نے بڑے اطمینان سے فرمایا آپ لوگوں نے نماز شروع کرتے ہوئے جو بات کہی وہ مجھے بہت ادھوری معلوم ہوئی اس لئے میں نے تفصیل سے اپنی پوری چوحدی ذکر کردی۔ اس میں آپ لوگوں کو کیا اعتراض ہے؟ لوگوں نے کہا اتنی ساری باتیں کہنے کا ثبوت کہاں ہے۔ مولانا نے فرمایا اور اُتنے کا ہی ثبوت کہاں ہے جو آپ لوگ کہتے ہیں، جب بلا ثبوت ہی کہنا ٹھہرا تو بات ادھوری کیوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہی جائے کیوں نہ پوری چوحدی بتادی جائے ۔ مقتدیوں نے جب اپنے امام صاحب سے رجوع کیا تو انھیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ الفاظ میں نیت کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے ۔ مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ نے بڑے حکیمانہ طریقے سے ان لوگوں کو اس بدعت سے آگاہ کیا، مولانا کا یہ اسلوب اتنا دلچسپ تھا کہ بے ساختہ سارے نمازی مولانا کی طرف متوجہ ہو گئے اور سب نے بڑی توجہ سے ان کی بات سُنی ۔

شیخ فرماتے ہیں کہ مقتدی اور منفرد کو اللہ اکبر بھی ایسی آواز سے کہنا چاہیئے جسے صرف وہ سن سکے ۔ آواز ایسی بلند نہ ہو کہ دوسروں تک پہونچے اور انھیں خلل ہو ۔ البتہ امام کی آواز بلند ہو تاکہ مقتدی بھی سنیں ۔ مگر یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ لوگ نماز میں اگر شامل ہوتے ہیں اور بہ آواز نیت کے الفاظ ادا کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات اُن الفاظ کی تکرار کرتے ہیں جس سے دوسرے مصلیوں کو تشویش ہوتی ہے اور ان کی نماز میں خلل ہوتا ہے ۔ بسا اوقات نماز کی کوئی رکعت پانے میں چند لحظے کا وقت رہتا ہے اگر وہ پہونچتے ہی تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے تو وہ رکعت اسے مل جائے لیکن بعض لوگ اس مختصر سے لحظے کو نیت کے الفاظ ادا کرنے میں گزار دیتے ہیں اور اس لایعنی حرکت سے نماز کی وہ رکعت ضائع کر دیتے ہیں، یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہ ایک بدعت کے ذریعے نماز کی ایک رکعت کا نقصان کرتے ہیں اور نماز میں عموماً خلل کا موجب بنتے ہیں ۔

وسوسہ اور احتیاط میں فرق

بدترین چیز ہے وسوسہ ۔ جس کے ذریعہ شیطان انسان کو گمراہ اور ہلاک کرتا ہے ۔ وہ انسان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل میں جس حد پر اکتفا کیا ہے وہ شاید میرے لئے کافی نہ ہو اور اس وسوسہ کے بعد وہ اس میں اضافہ کرنے لگتا ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُد پانی سے وضو کیا اور ایک صاع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی سے غسل کیا ہے لیکن وسوسہ میں مبتلا شخص ایک مُد پانی سے وضو کرتا ہے تو سوچتا ہے شاید میرا وضو مکمل نہیں ہوا۔ اور ایک صاع پانی سے غسل کرتا ہے تو سوچتا ہے شاید میرا غسل ناقص رہ گیا ہے، اور یہ وسوسہ اس کے لئے غلو اور اضافہ کا موجب بن جاتا ہے اور اس غلو اور اضافہ کو احتیاط کے نام پر وہ خوشی سے قبول کر لیتا ہے اور سنت پر اکتفا و عمل کرنے کی سعادت سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔

واضح ہو کہ ایک چیز تو ہوتی ہے دینی معاملہ میں احتیاط کہ کہیں ہم سے غیر مشروع کام کا ارتکاب نہ پایا جائے، یہ چیز تو بہت اچھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "دع ما یریبك الی مالا یریبك" وہ چیز نہ اختیار کرو جس کے حلال و مشروع ہونے میں تمہیں شبہ ہو اور اس چیز کو اختیار کرو جس کی مشروعیت میں کوئی شبہ نہ ہو۔ نیز فرمایا "فمن اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ" جو شبہ کی چیزوں سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی آبرو بچالی"۔ ایک دفعہ آپ نے ایک کھجور گرا ہوا پایا تو فرمایا، اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ شاید یہ صدقہ کا کھجور ہو تو میں اسے کھا لیتا"۔ یہ ہے احتیاط جو محمود و مستحسن ہے، احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی وہی کام کرے جس کا شرعاً درست ہونا یقینی ہو اس میں کوئی شبہ نہ پایا جا رہا ہو۔

دوسری چیز ہے دین میں غلو اور حد سے تجاوز کرنا، یعنی دین میں اُس حد پر اکتفا نہ کرنا جو ثابت ہے اور اس حد سے آگے بڑھنا اس خیال سے کہ شاید اس قدر پر اکتفا کرنا ہمارے لئے ناکافی ہو اور اس میں اضافہ مزید نیکی و ثواب کا موجب ہو۔ یہ خیال و وسوسہ مذموم و غیر مستحسن ہے اور دین میں غلو اور حد سے تجاوز کرنا باعثِ ہلاکت ہے۔ اس سلسلہ میں وہ حدیث پیشِ نظر رکھی جائے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آجائے گی حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ تین آدمی (حضرت علی و عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم) ازواج مطہرات کے پاس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لئے آئے، جب ان حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال بتایا گیا تو انھیں مقدارِ عبادت کم نظر آئی۔ وہ کہنے لگے ہم کو بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات سے کیا نسبت ہو سکتی ہے آپ تو بخشے بخشائے ہیں، آپ کے لئے اتنی ہی عبادت بہت ہے۔ پھر ایک صاحب بولے میں تو پوری پوری رات نماز پڑھوں گا کچھ بھی نہ سوؤں گا۔ دوسرے نے کہا اور میں تو ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی بے روزہ نہ رہوں گا۔ تیسرے نے کہا اور میں تو عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا کبھی شادی ہی نہ کروں گا (تاکہ عبادت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو)، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن حضرات کی اِن باتوں کا علم ہوا تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم ہی لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور بے روزہ بھی رہتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میرے طریقے سے تجاوز کیا وہ میری ملت سے خارج ہے۔ (بخاری و مسلم)

غور کیجئے رات کی نماز (تہجد) اور نفلی روزہ جو نہایت ثواب کا کام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً ثابت ہے وہ صحابہ اُسی کارِ خیر کو انجام دینا چاہتے ہیں مگر آپ کے پیش کردہ نمونۂ عمل پر تھوڑے سے اضافے کے ساتھ، حاشا و کلا کسی مخالفت کی نیت سے نہیں بلکہ نہایت ہی نیک جذبہ کے تحت اور اپنے خیال میں ایک معقول توجیہ کی بنیاد پر، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھی گوارہ نہیں فرماتے اور عدم اکتفا کی ذہنیت اور اس اضافہ کے رجحان پر سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں حدیث ہے کہ اس حرکت پر ملت سے خارج ہو جانے کی دھمکی دیتے ہیں اور اسے تقوٰے و خشیت الٰہی کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی سے اندازہ کیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اکتفا نہ کرنے کی ذہنیت اور اس میں اضافے کا رجحان کس قدر خطرناک ہوتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسی ذہنیت نے بیشمار بدعات میں لوگوں کو مبتلا کیا ہے اور اسلام میں وہ وہ اضافے ہوئے جن سے اسلام کی صورت ہی مسخ ہو کر رہ گئی۔

بلاشبہ سلامتی اور عافیت اسی میں ہے کہ طریقۂ نبوی پر قائم رہا جائے اُسی کی تتبع اور اسی کی اتباع کی جائے اور دینی معاملہ میں اس سے قدم آگے نہ بڑھایا جائے، ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دین مکمل کر دیا گیا ہے، اس میں کوئی کمی نہیں رہ گئی ہے کہ اب اسے مکمل کیا جائے اور اس میں کچھ اضافہ کیا جائے۔ دین کے کسی بھی کام میں نقص و کمی کا وسوسہ اور احتیاط کے نام پر خود ساختہ اضافہ خلافِ احتیاط ہے اور خطرناک ہے۔

سِرّی نمازوں میں جہر کرنا

شیخ فرماتے ہیں اور نماز سے متعلق منکرات میں سے یہ بات بھی ہے کہ سِرّی نمازوں میں اعوذ باللہ، بسم اللہ دعائے ثنا، سورۂ فاتحہ اور سورت، نیز سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور تشہد وغیرہ کی دعائیں جنھیں آہستہ پڑھنا چاہیے انھیں باآواز پڑھا جائے۔ جو چیزیں آہستہ پڑھنے کی ہیں اُنھیں آہستہ ہی پڑھنی چاہیے باآواز نہ پڑھنی چاہیے۔ نماز میں آہستہ پڑھی جانے والی چیزیں بہ آواز پڑھنی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا نہ صحابہ کا نہ سلف صالحین کا۔ اور وہی ہمارے لئے نمونہ و پیشوا ہیں اگر ہم اُن کی اقتدا نہ کریں تو کس کی کریں گے۔

کبھی کسی حرف یا کسی جملہ کا بہ آواز نکل جانا حرام نہیں لیکن انھیں بہ آواز پڑھنا درست نہیں۔ بعض لوگ دعائیں وغیرہ اس طرح باآواز پڑھتے ہیں کہ بغل کے نمازی کو اپنی دعائیں پڑھنے میں کافی تشویش اور الجھن ہوتی ہے۔ کسی کی نماز میں تشویش و الجھن اور خلل پیدا کرنا شیطانی کام ہے مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام پھیرنے کے بعد دیر تک زور زور سے دعا پڑھنی

شیخ فرماتے ہیں کہ من جملہ منکرات یہ بات بھی ہے کہ نماز ختم ہونے کے بعد دیر تک زور زور سے دعا پڑھی جائے۔ یہ طریقہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، نہ صحابہ کے زمانے میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اکثر سلام پھیرنے کے بعد جلد ہی مصلّٰی سے اُٹھ جاتے تھے دیر تک بیٹھ کر دعائیں پڑھنے کا معمول آپ کا نہ تھا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ " اپنے رب کو پکارو خشوع و خضوع کے ساتھ اور آہستہ، اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کتب حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض نمازوں کے بعد بہ آواز ذکر و دعا کرنے کی جو روایت آتی ہے تو وہ چند مختصر کلمات ہوتے تھے جن سے معلوم ہو جاتا کہ نماز ختم ہو گئی ہے۔ دیر تک بہ آواز آپ دعائیں نہیں پڑھتے تھے لیکن تم بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ فرض نمازوں کے بعد دیر تک زور زور سے دعائیں پڑھتے ہیں جس سے مسجد میں شور مچ جاتا ہے اور اُن نمازیوں کو جو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں پڑھنے کے لئے اُٹھتے ہیں دعا و قرأت میں خلل واقع ہوتا ہے مگر اُن شور مچانے والوں کو اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے کی نماز میں الجھن و خلل پیدا کر رہے ہیں۔

نیز بعض جگہ لوگوں نے فرض نمازوں کے بعد زور زور سے دعائیں پڑھنی فرض نمازوں کا شعار بنا لیا ہے حالانکہ کسی کام کو دینی شعار بنا لینا جو کہ دینی شعار نہ ہو حرام ہے۔ اسی بنیاد پر علامہ ابن الصلاحؒ نے کہا ہے کہ بعض لوگ سعی بین الصفا والمروہ سے فارغ ہو کر مروہ پر جو دو رکعتیں پڑھتے ہیں وہ ناجائز ہے کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

منکرات تراویح

شیخ نے نماز تراویح کی اس صورت کو نہایت مکروہ صورت قرار دیا ہے کہ عموماً نماز تراویح بڑی ہلکی پڑھی جاتی ہے، رکوع سجود،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قومہ قعود بہت جلدی جلدی کر لئے جاتے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں یہ سبب ہے اماموں کی جہالت اور لوگوں کی کسلمندی کا۔ اس طرح نماز تراویح پڑھنے سے بہتر تو یہ ہے کہ آدمی جماعت سے پڑھنے کے بجائے تنہا نماز تراویح پڑھے، بلکہ اگر معلوم ہو کہ فلاں امام نماز کے ارکان (رکوع سجود قومہ قعود وغیرہ) مکمل نہیں کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھنی چاہیئے۔

اگر تم آج کل کی تراویح کا اسلاف کی تراویح سے موازنہ کرو تو دیکھو گے کہ تراویح کی جو خوبیاں تھیں وہ سب ضائع ہو چکی ہیں اور لوگوں نے اس میں متعدد بدعات رواج داخل کر دیئے ہیں جو نہ اللہ کو پسند نہ رسول اللہ کو پسند نہ دینی غیرت رکھنے والے مسلمانوں کو پسند ہیں۔ تم عوام کو دیکھو گے کہ وہ ہر دو ترویحہ کے درمیان ایک ساتھ ذکر و تسبیح کرتے ہیں اور اس سے گونج پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔

۱۵ شعبان کی بدعات

شیخ فرماتے ہیں اور اُن بدعات میں سے جو لوگوں میں بہت زیادہ پھیل گئی ہیں یہ بدعت بھی ہے کہ ۱۵ شعبان کی رات میں لوگ مسجدوں میں اجتماعات کرتے ہیں اور مغرب کی نماز کے بعد باآواز بلند اجتماعی دعا کرتے ہیں۔ شعبان کی پندرہویں شب کو اس ہیئت کے ساتھ گزارنے کا معمول نہ عہد رسالت میں تھا نہ عہد صحابہ میں۔ تابعین میں سے خالد بن معدان اور مکحول شامی کی بابت مشہور ہوا کہ وہ پندرہ شعبان کی رات میں بڑی محنت سے عبادت کرتے تھے، اس کے بعد لوگوں میں اس رات کی فضیلت و عبادت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ بعض لوگوں نے اس کی فضیلت کو ثابت کیا اور بعض نے اس سے انکار کیا۔ فضیلت ثابت کرنے والوں میں بھی دو فریق ہو گئے ایک فریق مسجد میں اجتماعی شب بیداری کے استحباب کا قائل ہے۔ اُن قائلین میں اسحاق بن راہویہ ہیں۔ دوسرا فریق مسجد میں اس مقصد کے لئے اجتماع کو مکروہ کہتا ہے البتہ انفرادی عبادت و شب بیداری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اس کے قائل امام اوزاعی ہیں۔

جو لوگ اس رات کی فضیلت کے قائل ہیں وہ ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو اس رات کی فضیلت میں وارد ہیں اور جو اس رات کی فضیلت کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کسی بھی صحیح روایت میں اس کی فضیلت مذکور نہیں ہے اور وہ ساری روایات جن میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے یا تو ضعیف ہیں یا موضوع ہیں اور یہ کہنا کہ ضعیف روایتیں فضائل اعمال میں قابلِ عمل ہوتی ہیں یہ بات علی الاطلاق نہیں ہے۔

شیخ علی محفوظ فضیلت کی روایات اور ان پر منکرین و محدثین کا کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "وجملۃ القول ان کل الاحادیث الواردۃ فی لیلۃ النصف من شعبان دائرۃ بین الوضع والضعف وعدم الصحۃ" خلاصہ کلام یہ ہے کہ پندرہ شعبان کی رات کے بارے میں جتنی احادیث بھی مروی ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا موضوع ہیں صحیح روایت کوئی نہیں ہے؛ اور قاضی ابوبکر بن العربی نے کتاب العارضہ اور کتاب الاحکام میں کہا ہے کہ اس شب کی فضیلت میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے اس لئے اس کی طرف التفات ہی نہ کرو۔

اور وہ خاص نماز جو اس رات میں پڑھی جاتی ہے جس کی بابت احیاء العلوم اور قوت القلوب میں حدیث بھی مذکور ہے اس کی بابت حفاظ محدثین نے صراحت کردی ہے کہ وہ موضوع حدیث ہے۔ حافظ ابن الجزری فرماتے ہیں کہ صلوۃ الرغائب جو رجب کی پہلی جمعرات کو پڑھی جاتی ہے اور نصف شعبان کی رات والی اور شب قدر والی مخصوص نمازیں درست نہیں ہیں ان کی بابت جو حدیث مروی ہے اس کی سند باطل ہے وہ موضوع حدیث ہے۔ اور حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ نصف شعبان کی رات والی نماز کی حدیث موضوع اور جھوٹی حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ اور امام نووی کتاب المجموع میں فرماتے ہیں کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز جو صلاۃ الرغائب کے نام سے مشہور ہے جو رجب کی پہلی شب جمعہ میں مغرب وعشاء کے درمیان بارہ رکعت پڑھی جاتی ہے نیز پندرہ شعبان کی رات والی نماز جو سو رکعت پڑھی جاتی ہے یہ دونوں بدترین بدعت ہیں، احیاء العلوم اور قوت القلوب میں ان دونوں نمازوں کا ذکر آجانے سے اور اس کی بابت حدیث مذکور ہونے سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ یہ چیزیں بالکل باطل ہیں، بعض علماء نے اپنی تحریروں میں جو اس کا استحباب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس سے بھی دھوکہ نہ کھانا چاہیئے وہ سب غلطی پر ہیں۔ امام ابو محمد عبدالرحمن بن اسماعیل المقدسی نے ان دونوں نمازوں کے ابطال میں بہترین کتاب لکھی ہے جس میں تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

امام مقدسی فرماتے ہیں ہمارے یہاں بیت المقدس میں نہ صلوۃ الرغائب کا رواج تھا نہ صلوۃ شعبان کا، صلوۃ شعبان کا وجود ہمارے یہاں سب سے پہلے ۴۴۸ھ میں ہوا۔ ایک شخص ابن ابی الحمراء نابلس سے بیت المقدس آیا۔ وہ قرآن بہت اچھا پڑھتا تھا وہ پندرہ شعبان کی شب میں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کھڑا ہوا اس کے حسن قرأت سے متاثر ہو کر ایک شخص اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا پھر ایک اور شخص کھڑا ہو گیا پھر تیسرا چوتھا پانچواں، غرض اس طرح کافی لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے، پھر وہ دوسرے سال بھی پندرہ شعبان کی شب میں آیا اور حسب سابق کافی لوگوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھی، پھر سال بہ سال یہ نماز ہونے لگی اور اس طرح یہ بدعت رفتہ رفتہ زور پکڑ گئی گھروں گھروں میں پہونچ گئی اور اب تک جاری ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ دین میں اضافے ایسے ہی کسی طرح ہوتے رہے اور وہ رفتہ رفتہ جزو دین بنا لئے گئے اور دین کی اصل صورت مسخ کر ڈالی گئی۔

صلوۃ الرغائب صلوۃ الرغائب کی بابت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ نماز نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے نہ صحابہ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابعین اور ائمہ اسلام میں سے کسی نے اور نہ اس کی فضیلت کسی نے ذکر کی ہے اور اس کی فضیلت میں جو حدیث مروی ہے وہ باتفاق علمائے حدیث جھوٹی اور موضوع حدیث ہے

چراغاں کرنا مجوسی سازش

علامہ ابوشامہ فرماتے ہیں کہ اُن بدعات میں سے جو کہ بدعتیوں نے ایجاد کیا اور دین اسلام کا طریقہ چھوڑ کر مجوسیوں کا طریقہ اختیار کیا پندرہ شعبان کی شب میں آگ روشن کرنے کی بدعت بھی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات میں نہ روشنی کرنے کا ثبوت ہے نہ کسی خاص نماز کا۔ اسے تو اُن لوگوں نے ایجاد کیا جو دین محمدی سے کھیل کر رہے تھے اور مجوسی دین سے جنھیں رغبت تھی، آگ کا مجوسیوں کی نظر میں بڑا احترام ہے وہ اس کی پرستش کرتے ہیں نصف شعبان کی رات میں آگ روشن کرنا برمکیوں نے ایجاد کیا جو کہ باطنیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور درپردہ اسلام میں مجوسیت داخل کر دینے کی سازش کر رہے تھے۔

شیخ ابن العربی فرماتے ہیں کہ مسجدوں میں خوشبو کی دھونی رکھنے کا سب سے پہلے رواج یحییٰ بن خالد برمکی و محمد بن خالد برمکی نے دیا جو خلیفہ وقت کے وزیر و درباری تھے اس سے ان کا مقصد مجوسیت کا احیاء تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ برمکیوں نے ہارون رشید کو مشورہ دیا تھا کہ کعبہ شریف میں خوشبو والی انگیٹھی رکھی جائے۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمان اپنی عظیم عبادت گاہوں میں آگ رکھنے سے مانوس ہوں اور اسے رواج دیں اور اس طرح رفتہ رفتہ مجوسیت کا غلبہ ہو جائے۔ ہارون رشید کو جب ان کی اس سازش کا احساس ہوا تو اس نے برمکیوں کا قلع قمع کر ڈالا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسجدوں میں آگ روشن کرنی اور چراغاں کرنا سلف صالحین کا طریقہ نہ تھا نہ وہ مسجدوں کو مزین کرتے اور سجاتے تھے نہ رمضان کی تعظیم و اہتمام میں مسجدوں کی سجاوٹ کرتے تھے، یہ ساری باتیں طریقہ سلف کے خلاف ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدعی دعائے شب برأت | وہ دعا جو اس رات (شب برات) میں لوگ مسجدوں میں جمع ہو کر اجتماعی شکل میں کرتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے نہ سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کہ وہ اس رات مسجدوں میں جمع ہوئے ہوں اور اجتماعی دعائیں کی ہوں۔ اور بعض صحابہ کی طرف جو اس دعا کی نسبت کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اِس دعائے شب برأت کی بنیاد یہ ہے کہ علامہ یافعی سے یہ بات منقول ہوئی کہ بہتر ہے ۱۵ شعبان کی رات میں یہ دعا کی جائے " اَللّٰھُمَّ یَا ذَا الْمَنِّ وَلَا یُمَنُّ عَلَیْہِ ۔ الخ " اور بعض صلحاء و صوفیاء سے منقول ہوا کہ بہتر ہے اس رات میں یہ دعا پڑھی جائے " الٰھی بالتجلی الاعظم فی لیلۃ النصف من شھر شعبان المعظم الخ " پس لوگوں نے انھیں دعاؤں کو پڑھنا شروع کر دیا اور اس کی خوب اشاعت ہوئی یہاں تک کہ یہی دعائے شب برات بن گئی اور اس نے رواج عام کی صورت اختیار کر لی، بعض لوگوں نے اس دعا کی قبولیت کے لئے یہ شرط بھی لگا دی کہ اس دعا سے پہلے سورۂ یٰسین پڑھی جائے اور دو رکعت نماز بھی پڑھی جائے، نیز یہ عمل تین بار کیا جائے پہلی بار درازیٔ عمر کی نیت سے، دوسری بار دفع مصائب کی نیت سے، تیسری بار اس نیت سے کہ خدا ہم کو لوگوں کا محتاج و دست نگر نہ بنائے۔

یہ خود ساختہ عمل اس قدر مشہور و رواج پذیر ہوا کہ لوگوں نے اس عمل کو شعائر دین میں سے سمجھ لیا۔ اور اس رات کے فضائل و خصائص کے معتقد ہو گئے اور اس کو وہ اہمیت دی جو شریعت کے مسلمہ واجبات و سنن کو نہ دی اور اس رات کے عمل کا اہتمام شریعت کے مسلمہ فرائض و واجبات کے اہتمام سے بھی بڑھا دیا۔ تم دیکھو گے کہ اس رات لوگ غروب آفتاب سے کچھ پہلے ہی مسجدوں میں آنا شروع ہو جاتے ہیں، اُن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو فرض نمازوں کے تارک ہوتے ہیں۔ ان کی نظر میں فرض نمازوں کی بھی وہ اہمیت نہیں جو اس شب اور اس کے عمل کی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس رات کی برکت سے ان کی سابقہ ساری کوتاہیاں اور خطائیں معدوم ہو جائیں گی اور ان کی عمریں برکت ہو جائے گی۔

اس رات کا عمل اور دوسرے غیر ثابت شدہ اعمال و بدعات جو بڑی اہمیت اختیار کر جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیطان لوگوں کے سامنے ان اعمال کو مختلف انداز سے مزین کر کے پیش کرتا ہے تاکہ لوگ انھیں بدعات و خرافات میں پھنسے رہیں اور انھیں اتباع سنت کی توفیق نہ ہو۔ مسلمانوں کو اپنی عافیت مطلوب ہو تو غیر ثابت شدہ اعمال سے ان کو اجتناب کرنا چاہیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام و سلف صالحین ہی کے طریقے کا تتبع کرنا چاہیئے اور اسی طریقے پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ اسی طریقے کی پیروی میں عافیت اور سلامتی ہے۔

ہم دعا کو بدعت نہیں کہتے۔ دعا تو عبادت کی جان ہے اور وہ ہر وقت اور ہر جگہ مطلوب ہے لیکن دعا کو کتاب و سنت سے ثبوت کے بغیر کوئی خاص شکل دینا اور کچھ خاص ہیئت و وقت متعین کرنا درست نہیں ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ کا قرب حاصل کریں مشروع طریقے سے نہ کہ غیر مشروع خود ساختہ طریقے سے۔

خواصِ اُمّت کی بے حسی و خامکاری

شیخ فرماتے ہیں اور یہ بُری بات پیدا ہو گئی ہے کہ خواص۔ علماء اور طلبہ۔ سنن و مندوبات کی بجاآوری میں سستی و کسلمندی کرتے ہیں، اول وقت نماز ادا کرنی، مسجد میں اول وقت پہونچ کر شریک جماعت ہونا، صف اول کا حریص ہونا، صفیں درست کرنے کا اہتمام کرنا، سنن رواتب، نماز چاشت و نماز خسوف و کسوف کی ادائیگی کا خیال رکھنا علماء و طلبہ سے ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ بہت ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کی اقامت ہو چکی ہے اور طلبہ خوش گپیوں میں مصروف ہیں انھیں جلد سے جلد شریک جماعت ہونے کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ وہ جماعت چھوڑ دیتے ہیں اور دیر سویر تنہا پڑھ لیتے ہیں۔ بسا اوقات وہ نماز کے وقت اپنے مذاکرہ میں مصروف ہوتے ہیں ایک طرف نماز ہو رہی ہوتی ہے دوسری طرف ان کا مذاکرہ جاری رہتا ہے۔ ان کے مذاکرہ سے نماز میں تشویش و خلل بھی ہوتا ہے پھر بھی انھیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ بارہا ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ سورج گہن یا چاند گہن ہوا ہے اور علماء و رجالِ دین کے علم میں یہ بات آئی ہے مگر ان میں ادنیٰ اہتمام بھی اس بات کا نظر نہ آیا کہ وہ گہن کی نماز ادا کرنے پر مائل ہوں، لوگوں کو آمادہ کریں، جمع کریں، اور اس سنتِ رسولؐ پر عمل کریں، گویا ان کو اس حادثہ سے کوئی گھبراہٹ نہیں، کوئی خوف نہیں جس کے ذریعے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو چوکنا کرتا ہے اور ڈراتا ہے، گویا وہ پوری طرح امن میں ہیں اور ہر حال میں انھیں خدا کے تقرب کی گارنٹی ملی ہوئی ہے اور اب کچھ حرج نہیں جو وہ اُن اعمال کے تارک رہیں جس کا وہ لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور جس کی بجاآوری کی وہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ سنن کو ضائع کرنا اور اس سے بے پروائی برتنا سبب بن جاتا ہے فرائض کی ادائگی میں بے پروائی کا اور اُس کو ضائع کرنے کا نیز سنن کا ترک سبب بن جاتا ہے بدعت میں واقع ہونے کا اور بدعت کے ارتکاب کا۔ رسالہ قشیریہ میں بعض عارفین کا یہ قول منقول ہے:

"لم یضع احد فریضۃ من الفرائض الا ابتلاہ اللہ بتضییع السنن. ولم یبتل احد بتضییع السنن الا اوشک ان یبتلی بالبدعۃ"

یعنی جو شخص کسی فریضہ کا تارک ہوتا ہے خدا اسے اس جرم کی پاداش میں سُنن نبوی پر عمل کرنے کی سعادت سے محروم کر دیتا ہے۔ اور جو سُنن ضائع کرنے کا مرتکب ہوتا ہے اس کے لئے بدعت میں مبتلا ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِس دَور کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ لوگوں نے نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا اور مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کو لازم پکڑنا اور بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ترک کر دیا ہے حالانکہ یہ چیزیں مسلمانوں کا لازمی شعار تھیں۔ اس المیہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم خلفاء و امراء و حکام نے اور اصحابِ ثروت مسلمانوں نے مسجدوں میں پہونچ کر بالالتزام نماز باجماعت میں شریک ہونا ترک کر دیا۔ وہ نہ اب نماز میں لوگوں کی امامت کرتے ہیں نہ جمعہ وغیرہ کا خطبہ دیتے ہیں، حالانکہ نماز کی امامت اور جمعہ وغیرہ کا خطبہ دینا مسلم خلفاء و امراء و حکام ہی کا کام تھا۔ لوگوں میں ان کی تذکیر و نصیحت کا بڑا اثر ہوتا ہے وہ ان کی بات بڑی توجہ سے سنتے ہیں اور نفس میں ان کی بات پر عمل کرنے کا داعیہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ عوام جب امراء و حکام کو اور بڑی شخصیتوں کو نیکی کے کاموں کی طرف متوجہ اور عبادت پر مداومت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان میں نیکی کا جذبہ زیادہ پیدا ہوتا ہے اور عبادت کی مشقت ان کے لئے سہل و آسان ہو جاتی ہے۔ نیز جو بات امراء و حکام کی زبان سے نکلتی ہے اس کی بجا آوری کا خیال عوام میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ امراء و حکام کا ایک رعب بھی عوام کے دلوں میں ہوتا ہے، اسی لئے کہتے ہیں کہ "عوام کو روکنا سلطان کے ذریعے زیادہ مؤثر ہوتا ہے بہ نسبت قرآن کے"۔ اور مشہور ہے کہ "لوگ اپنے بادشاہ کے طریقے پر ہوتے ہیں"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اثنان اذا صلحا صلح الناس واذا فسدا فسد الناس۔ العلماء والامراء" یعنی علماء اور حکام جب تک ٹھیک رہیں گے لوگ ٹھیک رہیں گے اور جب یہ دونوں خراب ہو جائیں گے لوگ خراب ہو جائیں گے۔ عوام میں پیشوا کا درجہ وہی ہوتا ہے جو جسم میں روح کا ہوتا ہے۔ روح جب تک تکدّر اور ملاظتوں سے پاک رہتی ہے پورا جسم اس سے پاک رہتا ہے اور جب روح مکدّر ہو جاتی ہے اور اس کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے تو جسم کے کسی حصے میں اعتدال نہیں رہ جاتا ان میں بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکدّر اور فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے اور زمانہ دراز تک مسلم امراء و حکام نے اس بات کا التزام کیا تھا کہ وہی نمازوں کی امامت کرتے تھے، وہی جمعہ وغیرہ کا خطبہ دیتے تھے تب اُن میں بھی دین کا اہتمام تھا اور رعایا و عوام میں بھی۔ اب مسلم امراء و حکام سے دین کا اہتمام جاتا رہا انھوں نے دینی قیادت ترک کر دی فقط دنیا کے ہو رہے تو رعایا بھی دین کی اہمیت سے بیگانہ ہو گئی اور خالص دنیادار بن گئی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ اسے ایک افسوسناک صورت حال قرار دیتے ہیں کہ خواص امت بھی دینی امور میں تغافل و بے پروائی برتنے لگے ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ تعلیم گاہیں فساد و گمراہی کی آماجگاہ بنی ہوئی ہیں اور اُبھرتی نسل اسی ماحول میں پل بڑھ رہی ہے اور اسی فساد ذہنیت کے ساتھ وہ جوانی سے بڑھاپے میں قدم رکھنے والی ہے، مُرشدین و مصلحین اُمّت ان کی طرف سے غافل نظر آتے ہیں یا ان کی اصلاح سے مایوس ہو کر ان کو نصیحت کرنی اور دین سے انھیں روشناس کرانا ترک کر دیا ہے جبکہ دوسری طرف دشمنانِ دین ہیں جو بڑی ہوشیاری کے ساتھ اور بڑے شاطرانہ طریقے سے لوگوں کا ذہن غلط افکار کی طرف موڑ رہے ہیں، انھیں شکار کرنے کے لئے انھوں نے طرح طرح کے جال ڈال رکھے ہیں۔

یہ مبشرین کا گروہ ہے جنھوں نے لوگوں کو شکار کرنے کے لئے جگہ جگہ شفاخانے اور ہر سطح کی تعلیم گاہیں بنا رکھی ہیں جن کے ذریعے سے وہ لوگوں کے قلوب اپنی طرف مائل کرتے ہیں اور بڑی حکمتِ عملی سے وہ اپنے نظریات لوگوں کے دلوں میں اتارتے ہیں۔ گمراہی کی یہ ساری کوششیں پورے نشاط و انہماک سے جاری ہیں اور ہماری ملّتِ اسلامیہ کے خواص ہیں جو اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالے بیٹھے ہیں تاکہ اسلام کا مطالبہ اور اس کی فریاد ان کے کانوں تک نہ پہونچ سکے، عوام ہلاکت کی طرف ایسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھ رہے ہیں جیسے پروانے آگ پر ٹوٹے پڑتے ہوں مگر ان کی کمر پکڑنے والا اور ہلاکت سے انھیں باز رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔

قصہ کوتاہ عوام ہوں یا خواص دینی حالت سب کی ایسی خراب ہوگئی ہے کہ اگر اس ماحول میں کوئی بندۂ خدا اٹھے اور اپنے آپ کو راہِ مستقیم پر ڈال دے وہ دینِ خالص سے سرِ مو تجاوز کرنا گوارہ نہ کرے تو وہ خود کو اس راہ میں منفرد اور اجنبی پائے گا اور اس ماحول کو وہ اپنے لئے اجنبی محسوس کرے گا۔ حسنات پر منکرات کا اور سنن پر بدعات کا اس قدر غلبہ ہوگیا ہے کہ دین کی صحیح صورت لوگوں کی نظر سے مستور ہوگئی ہے، لوگوں کی طبیعتیں بدعات و منکرات سے اس قدر مانوس ہوگئی ہیں اور وہ دلوں میں اس قدر راسخ ہوگئی ہیں کہ اب ان کا ازالہ کوئی طبیب حاذق ہی کر سکتا ہے۔

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ آج اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں آجائیں تو نماز کے سوا اپنے دور کی کوئی چیز صحیح حالت میں نہ دیکھیں گے، امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ہمارے اس زمانے میں آجائیں تو کیا ... صحیح حال میں پائیں گے؟ اور ہم کہتے ہیں وہ تو دورِ خیر القرون تھا اُس وقت تو دینی حالت بہت بہتر تھی اُس پر بھی اُن حضرات کو شکایت تھی لیکن اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آجائیں تو بھلا آج دین کی کون سی بات صحیح حالت میں پائیں گے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جو باتیں دیکھ رہے تھے آج وہ باتیں نظر نہیں آرہی ہیں سوائے "لا الٰہ الا اللہ" کے۔ راوی کا بیان ہے۔ ہم نے کہا اے ابو حمزہ (یہ حضرت انسؓ کی کنیت ہے) آپ نے درست فرمایا۔ بولے نماز ہی کو دیکھ لو، اول وقت سے کتنی تاخیر کر کے پڑھی جاتی ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز تھی، پس نیک بختی اسی میں ہے کہ سلف کی روش کو اختیار کیا جائے اور ان کی روش سے ہٹ کر جو عقیدہ و عمل میں فساد پیدا ہوا ہے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بہت دور رہا جائے ۔ واللہ الہادی الی سواء السبیل ۔

احساسِ مسئولیت کا فقدان

شیخ فرماتے ہیں یہ بھی ایک المیہ ہے کہ عوام ہوں یا خواص انھوں نے اپنے اہل وعیال وخدام کی دینی حالت پر نظر رکھنی ترک کر دی ہے وہ ان کو دین کی تعلیم نہیں دیتے ۔ نہ دینی کام پر اُبھارتے ہیں ، وہ اس بات سے غافل ہیں کہ ان پر مسئولیت کی بہت بڑی ذمے داری ہے وہ اپنے ماتحتوں کے بارے میں عنداللہ مسئول ہوں گے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " کلکم راع و کلکم مسئولٌ عن رعیتہ ، الامام راع و مسئولٌ عن رعیتہ ، والرجل راع فی اھلہ و مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا و مسئولۃ عن رعیتھا والخادم راع فی مال سیدہ و مسئول عن رعیتہ ، و کلکم راع و مسئول عن رعیتہ " یعنی تم میں سے ہر شخص ذمے دار ہے اور قیامت کے دن اپنے ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائیگا ۔ پیشوا اپنے ماتحتوں کا ذمے دار ہے اور اُن کے بارے میں پوچھا جائے گا گھر کا مالک اپنے بال بچوں کا ذمے دار ہے اور ان کے بارے میں جواب دہ ہوگا ۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمے دار ہے اور اس سے اس کا سوال ہوگا ۔ خادم اپنے آقا کے مال کا ذمے دار ہے اور وہ اُس کا جوابدہ ہوگا ، یاد رکھو تم میں سے ہر شخص ذمے دار ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں اُسے قیامت میں جواب دینا ہوگا ۔ (بخاری و مسلم عن ابن عمر)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس میں آپ نے ہر شخص کو اپنے ماتحتوں کا مسئول و ذمے دار قرار دیا ہے لیکن تم بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ ان کے اہل وعیال اور ان کے ماتحت لوگ نماز روزہ سے بے پرواہ ہوں گے مگر جب تم اُس راعی و مالک سے سوال کرو گے کہ تمہارے اِن ماتحتوں کی یہ حالت کیوں ہے اور تم کیوں انھیں دین پر کاربند نہیں کرتے تو وہ بڑی سادگی سے جواب دیں گے کہ بھئی ہم تو انھیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت نصیحت کرتے ہیں مگر یہ ہماری سنتے ہی نہیں ہم کیا کریں یہ اپنے عمل کے آپ مختار ہیں۔ لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ دوسری طرف دنیاوی کاموں میں اُن ماتحتوں کا حال یہ ہوگا کہ انھیں اپنے راعی و مالک کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی جرأت نہ ہوگی کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ اگر ہم بڑے صاحب کا حکم نہ مانیں گے تو اُن کا بڑا عتاب ہم پر نازل ہوگا۔ لیکن بڑے صاحب کو اپنے ماتحتوں کی دینی کاموں میں خلاف ورزی پر چونکہ غصہ نہ آئے گا کیونکہ بڑے صاحب کو دینی نقصان کی کوئی پرواہ نہیں ہے تو ماتحتوں کو بھی دینی نقصان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور ان کی ڈھیلی ڈھالی نصیحت کا وہ کوئی خاص اثر نہیں لیتے۔ اسی سے اندازہ کرو کہ لوگوں میں دین کی اہمیت کتنی ہے اور دنیا کی اہمیت کتنی ہے۔ دنیاوی خسارہ ان کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ وہ دنیاوی خسارے پر بلبلا اٹھتے ہیں، پریشان ہو جاتے ہیں، ممکن نہیں ہوتا کہ وہ دنیاوی خسارہ ٹھنڈے پیٹ گوارہ کرلیں لیکن دینی خسارہ وہ بڑی آسانی سے گوارہ کر لیتے ہیں اپنا اُخروی خسارہ اور اپنے اہل وعیال کا اخروی خسارہ دونوں کا یہ خسارہ انھیں بڑے ٹھنڈے پیٹ گوارہ ہو جاتا ہے۔ گھر کے مالک و مختار لوگ اگر دینی امور میں حکم عدولی و خلاف ورزی پر ماتحتوں کی اسی طرح گرفت کریں جس طرح دنیاوی امور میں حکم عدولی پر گرفت کرتے ہیں اور اُسی طرح عتاب فرمائیں جس طرح دنیاوی معاملہ میں عتاب فرماتے ہیں تو ممکن نہیں ہے کہ ماتحت لوگ بڑے صاحب کی نصیحت سنی اُن سنی کر دیں اور اس پر کان نہ دھریں۔

چراغ تلے اندھیرا یہ ایک عجوبہ تم اور دیکھتے ہوگے کہ بعض لوگ دوسروں کو دینی باتیں خوب بتاتے ہیں، انھیں نصیحت کرتے ہیں اور نیک عمل پر ابھارتے ہیں مگر اپنے گھر، اپنی اولاد اور اپنے متعلقین سے نظر بند کئے رہتے ہیں، نہ انھیں دین سکھاتے ہیں نہ دینی کاموں پر انھیں ابھارتے ہیں۔ حالانکہ اپنے اہل وعیال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے متعلقین دوسروں کی بہ نسبت ان کی نصیحت کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں اور وہ زیادہ حقدار ہوتے ہیں کہ انھیں دین سے آگاہ کیا جائے۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است ہمارے اسلاف اپنے اہل وعیال و متعلقین کو دین سے کس قدر آگاہ رکھتے تھے اس کا اندازہ تم اس سے کرو کہ صاحب مدخل، علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں، تم اسلاف کو جس طریقے پر پاؤ گے اسی طریقے پر ان کی اولاد ان کے خدام اور ان کی کنیزوں کو بھی پاؤ گے۔ جیسے وہ خود نیک ہوتے تھے اسی طرح ان کے متعلقین بھی نیک ہوتے تھے، جس طرح انھیں دینی معلومات وسیع پیمانے پر ہوتی تھیں اسی طرح ان کی اولاد اور ان کے متعلقین بھی دینی معلومات سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

حضرت سعید بن مسیبؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کی بیٹی کی شادی ہوئی تو جس سے اس کی شادی ہوئی تھی وہ حضرت سعید بن مسیب کے شاگرد تھے اور ان کے درس میں برابر حاضر ہوتے تھے، جب وہ بیٹی اپنے شوہر کے گھر آئی اور شوہر نے دوسرے دن حضرت سعید بن مسیب کے پاس ان کے درس میں شرکت کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا اب آپ کو میرے والد کے پاس ان کا ذخیرۂ علم (حدیث) حاصل کرنے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں ہے میں نے وہ سب حاصل کر لیا ہے آپ، وہ مجھ سے ہی حاصل کر لیں۔

اور حضرت امام مالکؒ کی بابت مروی ہے کہ جب امام مالکؒ کے شاگرد ان پر موطا کی قرأت کرتے اور قاری سے کہیں خطا ہوتی وہ کوئی لفظ کم کر دیتا یا زیادہ کر دیتا اور حضرت امام مالکؒ اس پر نہ ٹوکتے تو ان کی لڑکی جو دروازے کے اوٹ میں بیٹھ کر سماع کرتی تھی دروازہ کھٹکھٹا دیتی اور امام مالک کو فوراً تنبہ ہو جاتا کہ قاری سے کہیں خطا ہوئی ہے، وہ قاری کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتے اور پھر اس خطا کی اصلاح فرما دیتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اشہب سے مروی ہے کہ وہ ایکبار مدینہ منورہ گئے اور ایک لونڈی سے سبزی خریدی اور وہاں اُن دنوں سبزی روٹی سے بکا کرتی تھی، اشہب نے لونڈی سے کہا تم اِس وقت سبزی ہمیں دیدو جب شام کو روٹی ہمارے پاس آئے گی تو تم ہمارے پاس آجانا ہم تمہیں روٹی دیدیں گے۔ لونڈی نے کہا یہ تو جائز ہی نہیں ہے۔ اشہب نے اس سے کہا کیوں جائز نہیں ہے؟ اس نے کہا یہ کھانا کی بیع کھانا سے ہے اور بیع الطعام بالطعام ہاتھوں ہاتھ ہی جائز ہے اُدھار جائز نہیں ہے۔ اشہب کو لونڈی کی اس دینی معلومات پر حیرت ہوئی۔ پوچھا یہ کس کی لونڈی ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ امام مالک کی بیٹی کی لونڈی ہے۔

تو یہ حال تھا ہمارے اسلاف کا کہ وہ خود بھی دین اور دینی علم اور دینی معلومات سے دلچسپی رکھتے تھے اور اپنی اولاد اور متعلقین کو بھی اُسی رنگ میں رنگ دینے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر آج کا عجیب حال ہے خاص کر عورتوں کا حال عجیب تر ہے وہ دیندار گھرانے کی عورتیں ہوتے ہوئے بھی اکثر دینی مسائل اور دینی معلومات سے بے بہرہ ہوتی ہیں، ان کو دینی معلومات حاصل کرنے کا شوق بھی نہیں ہوتا البتہ وہ اپنے لباس اور اپنے طور طریق میں مغربی تہذیب کی دلدادہ و شوقین ضرور ہوتی ہیں اور یہ کس قدر عظیم دینی و اُخروی خسارہ کی بات ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق کی دعا و التجا ہے وہ ہم سب کو صراط مستقیم پر ٹھیک ٹھیک چلنے کی توفیق دے اور دنیوی و اُخروی اہمیت کا فرق سمجھنے کا صحیح شعور عطا کرے۔ آمین

روزہ سے متعلق منکرات

شیخ فرماتے ہیں اور اب ہم بعض وہ بدعات و منکرات ذکر کرتے ہیں جو روزہ اور حج سے متعلق ہیں۔

روزہ سے متعلق بدعات میں سے ایک تو عوام کی یہ حرکت ہے جو وہ رمضان کا چاند دیکھ کر اُس کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھتے ہیں " ھَلَّ هِلَالُكَ جَلَّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلالک، شھر مبارک" یا اس جیسی دوسری دعائیں جو شریعت سے ثابت نہیں ہیں بلکہ جاہلیت کے عمل اور خرافات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ثابت ہے وہ نہ اس طرح کی دعائیں ہیں اور نہ اس انداز کا استقبال۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو فرماتے "اللھم أھلّه علینا بالامن والایمان والسلامة والاسلام ربی وربك اللہ ھلال رشد وخیر (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)، پس اس دعا کے بجائے عوام جو دعائیں پڑھتے ہیں یا ہاتھ اٹھا کے چاند کا استقبال کرتے ہیں اور ہاتھ چہرے پر ملتے ہیں یہ سب بدعتیں ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وسلف صالحین کے زمانے میں کوئی وجود نہ تھا۔

اسی طرح عوام وارباب طرق رمضان کا چاند دیکھ کر اس کی پہلی رات عواصم وغیرہ بعض بستیوں میں باجے گاجے اور شور وہنگامے کے ساتھ "طواف رویت" کرتے ہیں اور اس میں نوع بنوع اوراد واذکار اور نمازیں پڑھتے ہیں وہ سب بدعات ومنکرات ہیں، یہ سب حرکتیں نہ اللہ کے رسول نے کی ہیں نہ صحابہ کرام نے نہ سلف صالحین میں سے کسی نے۔

اور من جملۂ منکرات وہ روزہ بھی ہے جو شک کے دن رمضان کے روزے کی نیت سے رکھا جائے۔ ۲۹ رشعبان کو چاند دیکھنے کی کوئی اطلاع نہیں ملی مگر دوسرے دن صرف اس خیال سے روزہ رکھا جائے کہ شاید چاند نکلا ہو۔ یہی شک کے دن کا روزہ ہے جو ممنوع ہے، حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی (رواہ الخمسۃ الا احمد وصححہ الترمذی وذکرہ البخاری تعلیقاً)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شک کے دن روزہ ممنوع ہونے کا راز یہ ہے کہ ۲۹ شعبان کے بعد دوسرے دن رمضان کا روزہ رکھنا چاند دیکھنے کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے گویا اس دن چاند نظر نہ آیا تو دوسرا دن رمضان کا دن نہیں ہے شعبان کا تیسواں دن ہے اُس دن رمضان کا روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس شخص کو شریعت کے اس فیصلے پر اعتماد نہیں کہ وہ رمضان کا دن نہیں ہے۔ اور اس حکم کے علی الرغم وہ روزہ رہتا ہے تو شریعت کے فیصلے پر بے اعتمادی اور شارع علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتا ہے۔ ثانیاً وہ اہل کتاب کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس لئے کہ اُن لوگوں نے بھی یہی حرکت کی ہے اور شک کے دن کو بھی روزے کے ایام میں شامل کر لیا ہے۔

روزہ کی بابت یہ چند منکرات ذکر کی گئیں۔ روزہ کے سنن و آداب صراحت کے ساتھ روایات میں موجود ہیں مگر لوگوں نے ان ثابت سنن و آداب میں سے بہت کچھ بھلا رکھا ہے اور غیر ثابت بہت سی چیزیں اختیار کر رکھی ہیں، ہم روزہ کی بابت بس اسی قدر ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اس امید پر کہ علماء و مرشدین اپنے اپنے یہاں عامۃ المسلمین کو روزہ کے ثابت سنن و آداب سے آگاہ کریں گے اور وہاں جو منکرات اس سلسلہ میں پائی جا رہی ہوں اس سے منع کریں گے۔

حج سے متعلق منکرات

شیخ نے اس کے بعد حج سے متعلق بعض بدعات و منکرات کا تذکرہ کیا ہے اس موضوع پر دور حاضر کے محدث کبیر علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب "حجۃ النبی" کے آخر میں بہت تفصیل سے لکھا ہے جس کے کچھ حصے کا ترجمہ مولانا مختار احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب "حج مسنون" میں دیدیا ہے اور اس لائق ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ خاص کر جو لوگ سفر حج میں نکلیں انھیں ضرور ایسی کتابیں اپنے ساتھ اور اپنے مطالعہ میں رکھنی چاہیئے تاکہ وہ اس مبارک سفر میں بدعات و منکرات سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محفوظ رہ سکیں اور مسنون طریقے پر حج و عمرہ ادا کر سکیں ۔

شیخ علی محفوظ طنطاوی رحمہ اللہ نے "الابداع فی مضار الابتداع" میں حج سے متعلق جو بدعات ذکر کی ہیں ان میں سے اکثر اب الحمد للہ ختم ہو چکی ہیں صرف قارئین کی معلومات کے لئے میں اُن میں سے بعض ذکر کرتا ہوں کہ کسی وقت اِس طرح کی بدعات بھی وہاں پائی جاتی تھیں سعودی حکومت کو اللہ جزائے خیر دے کہ اس نے حرمین شریفین کو اُن بہت سی بدعات سے پاک کر دیا ہے جن سے بدعتیوں نے حرمین شریفین کو آلودہ کر رکھا تھا لیکن افسوس ہے کہ اب بھی حج و عمرہ میں اور مسجد حرم اور مسجد نبوی میں اور حرمین کے بعض دوسرے تاریخی مقامات میں حجاج و زائرین مختلف قسم کی بدعات و منکرات کا ارتکاب کر ڈالتے ہیں کاش ان کا بھی قلع قمع ہو جائے اور اللہ تعالیٰ بدعات و منکرات سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے ۔ آمین

شیخ فرماتے ہیں بعض بدقماش مکاروں نے بیت اللہ شریف میں دو ایسی بدعتیں رائج کر دی ہیں جو بہت زیادہ مضرت رساں ہیں ۔ شیخ نے ان میں سے ایک بدعت یہ ذکر کی ہے کہ اُن مکاروں نے بیت اللہ شریف کے وسط میں ایک کھونٹی گاڑ رکھی ہے جسے وہ " سُرَّةُ الدُّنیا " (دنیا کی ناف) کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور عوام کو اُبھارتے ہیں کہ وہ اپنی ناف کھول کر اس کھونٹی سے مَس کریں اور اپنی ناف اُس "دنیا کی ناف" پر رکھیں ۔ دوسری بدعت شیخ نے یہ ذکر کی ہے کہ ان مکاروں نے کعبہ شریف کی دیوار پر اونچی جگہ اس کے دروازہ کے سامنے ایک دستہ لٹکا رکھا ہے جسے وہ " العروۃ الوثقیٰ " کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین کے دل میں یہ بات ڈال رکھی ہے کہ جس نے اُسے اپنے ہاتھ سے پا لیا اس نے وہ عروہ وثقیٰ (مضبوط سہارا) تھام لیا جو قرآن میں مذکور ہے کہ " وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ " یعنی جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردے اور علاوہ وہ نیک ہو اس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا۔ (پ ۲۱ ع ۱۲)

عوام کے ذہن میں جو یہ بات ڈال دی گئی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس دستہ کو پکڑنے کے لئے پل پڑتے ہیں اور بڑا ہجوم کر دیتے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ بسا اوقات کوئی عورت کسی اجنبی مرد کے اوپر چڑھ جاتی ہے اور کوئی مرد کسی اجنبی عورت پر چڑھ جاتا ہے۔ مرد و عورت کا کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ ضعیف و قوی کا کوئی خیال نہیں رہتا، وہ دستہ بہت سے دینی امور کی پامالی کا سبب بنا ہوا ہے اور دُنیوی مضرت و تکلیف کا بھی سبب ہے۔

اب الحمد للہ یہ دونوں چیزیں تو نہیں رہ گئی ہیں البتہ میں نے ۱۳۹۳ھ میں دیکھا جبکہ میں ادائگی حج کے لئے مکہ مکرمہ میں تھا اُن دنوں دو تین مرتبہ بارش ہوئی تو بیت اللہ شریف کے پرنالہ "میزاب رحمت" سے جو پانی گرتا تھا اُسے برتنوں کپڑوں اور اپنے بدن پر روک لینے کے لئے عورتوں مردوں کا زبردست ہجوم ہو جاتا تھا اور وہی کیفیت ہوتی تھی کہ ہر شخص اپنے برتن کو دوسرے کے برتن سے اوپر کرنے کے لئے اور دوسرے کے بجائے خود وہ پانی حاصل کر لینے کے لئے ایک دوسرے کے اوپر چڑھا جا رہا تھا اس میں عورتیں بھی گھسی ہوئی تھیں اور مرد بھی، قوی اور ضعیف بھی، اور ہر ایک دوسرے پر چڑھا جا رہا تھا، بعض لوگ حطیم کی دیوار پر چڑھ کر پانی کے دھار پر ٹوٹ پڑتے تھے اس کا خیال کئے بغیر کہ نہ جانے کون اس کی زد میں آجائے۔

کاش یہ حرکت بھی ختم ہو اور ایک بے بنیاد تبرک کے لئے یہ ہجوم اور حطیم کعبہ کے اندر مرد و زن و قوی و ضعیف کا اس طرح ایک دوسرے پر چڑھ جانا بند ہو میں نے دیکھا کہ لوگ اُس پانی کو بڑی عقیدت سے چاٹتے ہیں اور اپنے بدن پر مل لیتے ہیں۔ حالانکہ بیت اللہ شریف کی چھت پر کبوتر بیٹھتے رہتے ہیں اس پر ان کا بیٹ بھی ہوتا ہے اور چھت کا پانی اُس غلاظت کے ساتھ نیچے آتا ہے لیکن لوگوں کی اس بے بنیاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندھی عقیدت کو کیا کہئے کہ وہ کبوتروں کی غلاظت سمیت اس پانی کو تبرکاً چاٹتے ہیں اور جسم پر عقیدت سے ملتے ہیں۔

ایک عجیب غلط بیانی حرم کے آس پاس مکتبوں میں مناسکِ حج پر چھوٹے سائز کی ایک کتاب فروخت ہوتی ہوئی نظر آئی جو محمد صقر یا عبداللہ صقر جیسے کسی نام کے ایک صاحب کی تالیف تھی میں نے اس میں ایک عجیب غلط بیانی دیکھی اُن صاحب نے ایک جگہ لکھا تھا کہ کعبہ شریف کی ایک کرامت یہ ہے کہ پرند بھی اُس کا احترام کرتے ہیں اور کوئی پرند نہ اُس کے اوپر سے پرواز کرتا ہے نہ اس پر بیٹھتا ہے۔ ایک دفعہ ایک کبوتر اس کی چھت پر بیٹھ گیا تھا تو معلوم ہوا کہ وہ مریض تھا اور شفا حاصل کرنے کے لئے اس پر بیٹھ گیا تھا۔

بعض دوسری کتابوں میں بھی یہ بات مذکور ہے کہ پرند کعبہ شریف کے احترام میں نہ اس پر بیٹھتے ہیں نہ اس کے اوپر سے پرواز کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صریح غلط بیانی ہے میں نے بارہا خیال کیا اور دیکھا کہ کبوتر اس پر بیٹھتے بھی ہیں اور اس کے اوپر سے پرواز بھی کرتے ہیں۔ البتہ کعبہ شریف کی دیوار کافی اونچی ہے اور اُس جگہ کبوتروں کی پرواز عموماً اس سے نیچی رہتی ہے اس لئے وہ بغل سے کترا کر نکل جاتے ہیں میں نے اُس سال عید الفطر کی نماز حرم شریف کی اخری چھت پر پڑھی تھی جو عید کے دن کھول دی گئی تھی (اُس سال آخری چھت بند رہا کرتی تھی اس پر عام دنوں میں جانے کی اجازت نہ تھی)۔ وہ صبح کا وقت تھا سورج ذرا سی بلندی پر آیا تھا، اُس خوشگوار وقت میں کبوتروں کے جھنڈ ادھر سے اُدھر اُڑتے اور بیٹھتے تھے۔ حرم شریف کی آخری چھت پر چڑھئے تو اسے شریف کی چھت نظر آتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ کبوتروں کے جھنڈ کے جھنڈ اس کی چھت پر بیٹھتے بھی ہیں اور اس کے اوپر سے نیچے سے پرواز بھی کرتے ہیں، خدا جانے ان مصنفین کو یہ غلط بیانی کیوں سوجھی، اور کس نے اس مصنف کتاب کو خبر دی کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کبوتر جو کعبہ شریف کی چھت پر بیٹھا تھا شفا حاصل کرنے کے لئے بیٹھا تھا۔

حرمین شریفین یا اس کے خاص خاص حصوں کی فضیلت میں بہت سی ناقابلِ قبول ضعیف و موضوع روایات بیان کی جاتی ہیں جو عقیدت کے سہارے بہت جلد ایک منہ سے دوسرے منہ منتقل ہوتی ہوئی پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح حرمین میں رائج بہت سے اعمال ہیں جن کے لئے قابلِ حجت روایات موجود نہیں ہیں بس اُن اعمال کو عقیدت کا سہارا ملا ہوا ہے اور اسی سہارے ان کو قبول عام حاصل ہو گیا ہے۔ لوگ عموماً نہ تو درست نادرست کی تحقیق کرتے ہیں نہ تحقیقی بات بیان کرنے والوں کی سنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن مقامات یا جن شخصیات یا جن چیزوں سے عقیدت منسلک ہو جاتی ہے اُن کی بابت صحیح غیر صحیح ہر طرح کی روایات بڑی آسانی سے چل پڑتی ہیں اور غیر صحیح روایات بھی صحیح روایات کی طرح صمّاً و عمیاناً قبول کی جانے لگتی ہیں حالانکہ دین کے معاملہ میں آدمی کو ایسا اندھا بہرا نہ ہونا چاہیئے۔ اسی اندھی عقیدت سے شیطان فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسی عقیدت کی راہ سے آسانی کے ساتھ اس کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اعاذنا اللہُ منہا

شیخ فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں جبل عرفات کے سلسلہ کی چند بدعات ہیں مثلاً عام لوگوں کا خیال ہے کہ وقوفِ عرفات کی جگہ دراصل عرفات کی پہاڑی (جبل رحمت) ہی ہے نہ کہ عرفات کے دوسرے حصے، چنانچہ لوگ عموماً جبل عرفات ہی کے پاس وقوف کے حریص ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جبل عرفات کے پاس لوگوں کا بیحد ازدحام ہو جاتا ہے اور اس ازدحام سے لوگ کافی تکلیف میں بھی مبتلا ہوتے ہیں اور نقصان میں بھی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وقفتُ ھٰھُنا وعرفۃ کلھا موقف" میں نے یہاں عرفات کی پہاڑی کے پاس وقوف کیا ہے اور عرفات کا پورا میدان وقوف کی جگہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب تو حجاج وقوف کے معاملہ میں مطوفین کے پابند ہوتے ہیں۔ ان کے مطوف کا خیمہ جہاں ہوتا ہے وہیں اسے قیام کرنا ہوتا ہے اور مطوف کے لئے خیموں کی جگہ پہلے سے متعین ہوتی ہے، یہ بڑی اچھی صورت ہوگئی ہے اس کی وجہ سے جبل عرفات پر یا کسی ایک جگہ ہجوم کی نہ وہ صورت پیش آتی ہے نہ وہ پریشانی ہوتی ہے۔ البتہ کچھ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مطوف کا خیمہ چھوڑ کر جبل عرفات کے پاس چلے جائیں اور بہت سے لوگ تو جبل عرفات پر چڑھ جاتے ہیں اور اس پر چڑھ جانا باعث برکت سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دامن میں وقوف کیا تھا اس پر چڑھے نہیں تھے۔

ایک واقعہ میں نے جب پہلا حج کیا تھا تو عرفات میں ہمارے مطوف کا خیمہ جبل عرفات سے بہت دور ہیلی کاپٹر کے مطار کے پاس تھا، وہاں ہمارے قافلۂ حجاج میں کچھ دیہات کی اَن پڑھ عورتیں بھی تھیں ـــــ اُن میں سے ایک عورت پہلے ایک دفعہ حج کر چکی تھی اور بہت ہوشیار بنتی تھی اس نے ساتھ کی اپنی کچھ عورتوں سے کہا چلو ہم لوگ جبل عرفات کے پاس دعا کریں گے پیغمبر صاحب نے وہیں دعا کی تھی۔ چنانچہ وہ عورتیں اس کے ساتھ اُٹھیں اور جبل عرفات کی طرف روانہ ہوگئیں، ابھی وہ جبل عرفات تک پہونچ بھی نہ سکی تھیں کہ شام ہوگئی خیمے اکھڑنے لگے اور لوگ واپسی کی تیاری کرنے لگے۔ یہاں اُن کے شوہر پریشان کہ وہ سب کہاں گئیں اور اُدھر وہ خیموں کے جنگل میں راستہ بھٹک گئیں نہ جبل عرفات تک پہونچ سکیں نہ واپس اپنے خیمے تک آسکیں، آخر سورج ڈوبے ہی سارے حجاج مزدلفہ کے لئے روانہ ہوگئے اور وہ عورتیں حیران پریشان پاپیادہ بھوکی پیاسی مزدلفہ پہونچیں وہاں بھی ساتھی نہ ملے۔ پھر وہاں سے اسی طرح حیران پریشان منیٰ پہونچیں، اُن کے شوہر بھی اِدھر بیحد پریشان، آخر بعد از خرابیٔ بسیار منیٰ میں وہ عورتیں اس حال میں ملیں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیحد نڈھال و نیم جان ہو چکی تھیں۔ اُن سے عرفات کی دُعا چھوٹی، انھوں نے مزدلفہ و منیٰ میں دلجمعی سے عبادت و ذکر الٰہی کا موقع گنوایا اور جو تکلیف برداشت کی وہ علیحدہ، یہ سب اس حماقت و نادانی کے سبب ہوا کہ جبل عرفات پر چل کے دعا کریں گے۔

شیخ فرماتے ہیں اور جبل عرفات کے سلسلہ کی یہ ایک بدترین بدعت ابھی کچھ عرصے سے رائج ہو گئی ہے کہ لوگ جبل عرفات پر آگ روشن کرتے ہیں اور بڑے اہتمام سے وہ اپنے اپنے شہروں اور ملکوں سے شمع لے کر آتے ہیں اور اسے جبل عرفات پر لیجا کر رکھتے ہیں، لوگوں کے اس ازدحام میں پہاڑی پر چڑھنے اُترنے میں بیحد رش ہوتی ہے بدن سے بدن رگڑتا ہے، مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، عورتیں بھی ہاتھ میں شمع لیکر بے پردگی کے ساتھ اس ہجوم میں چڑھتی ہیں اور اجنبیوں کے جسم سے رگڑ کھاتی ہیں۔ یہ بدعت کئی قباحتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) ایک تو بلا ضرورت مال کا ضیاع۔ اپنے اپنے ملکوں سے شمع لانا اور جلانا۔ (۲) مجوسیوں کا شعار اختیار کرنا۔ شمع جلانا آگ روشن کرنا مجوسیوں کی عبادت کا جزء ہوتا ہے جو کہ آتش پرست ہیں اور آگ کی پوجا ان کا دھرم ہے، (۳) تیسری قباحت عورتوں کی بے پردگی اور مردوں عورتوں کا اس طرح اختلاط ہے۔

اور یہ امر بھی خلاف سنت ہے کہ زوال سے پہلے ہی کچھ حجاج عرفات میں داخل ہو جاتے ہیں نیز بہت سے لوگ ۸ ذی الحجہ کو مکہ سے سیدھے عرفات پہونچ جاتے ہیں۔ اور بہت سے حجاج کو عرفات سے واپسی میں رات مزدلفہ میں گزارنے کی نوبت نہیں آتی وہ منیٰ پہونچ کر رات گزارتے ہیں۔ افسوس ہے کہ مطوفین کے سبب بھی حاجیوں کو بہت سے کام خلاف سنت کرنے پڑ جاتے ہیں۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ مطوفین پر لازم کرے کہ وہ حجاج کو مسنون وقت پر ہی لے جائیں، لائیں اور ہر اس مقام پر ٹھہرائیں جہاں ٹھہرانا چاہیئے۔ کتنے حجاج دل مسوس کر رہ جاتے ہیں اور جانتے ہوئے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطوفوں کے سبب خلاف سنت عمل پر مجبور ہو جاتے ہیں، گزشتہ سال ۱۴۰۰ھ کے حج کی ادائگی میں ہمیں خود ایسی مجبوری سے سابقہ ہوا فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ فرماتے ہیں اور ان بدعات میں سے جس کا ارتکاب بہت سے جاہل دعائی حجاج کرتے ہیں یہ بدعت بھی ہے کہ وہ مسجد نبوی کے اندر قبر اور منبر کے درمیان جنت کی کیاری میں بیٹھ کر ایک قسم کا کھجور کھاتے ہیں اور اس عمل کو وہ باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ نیز وہ اپنے بال کاٹ کر اس بڑی قندیل میں پھینکتے ہیں جو تربت نبوی سے قریب ہے اور سمجھتے ہیں یہ بڑی نیکی و حصول برکت کا کام ہے۔ اسی طرح بہت سے جاہل قبر شریف کا طواف کرتے ہیں حالانکہ طواف صرف کعبہ شریف کا مشروع ہے نیز منع کرنے کے باوجود بہت سے لوگ اپنا پیٹ دبیٹھ قبر شریف کی جالی سے چمٹا لیتے ہیں اور اسے چومتے چاٹتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب بدعات ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ اب غیور علماء و حکام کی توجہ سے مسجد نبوی میں پائی جانے والی یہ بدعات ختم ہو گئی ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں کہ بہت سے عوام ہیں، وہ جب حج سے فارغ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں میں اپنا حج مقدس بناؤں گا چنانچہ وہ حج سے فارغ ہونے کے بعد بیت المقدس کی زیارت کرنے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بیت المقدس کی زیارت کے بعد حج مقدس مکمل ہوا ہے، حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حج کا تعلق بیت المقدس سے بالکل نہیں ہے البتہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے جایا جا سکتا ہے اس میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہوتا ہے۔ مگر یہ ثواب ایک مستقل چیز ہے اس کا کوئی تعلق حج سے نہیں ہے۔

نیز کچھ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو شخص میری اور میرے باپ ابراہیم کی زیارت کرے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں"۔ حالانکہ یہ بالکل باطل ہے صحیح روایات سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج سے متعلق بدعات و منکرات کے اسی سلسلۂ بیان میں کچھ اور بدعات و منکرات کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کا ارتکاب عموماً ہندو پاک کے حجاج کرتے ہیں

بعض لوگ قارن سے پہلے احرام باندھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لینا افضل ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابن عیینہؒ فرماتے ہیں، ایک شخص حضرت امام مالکؒ کے پاس آیا اور اس نے امام صاحب سے پوچھا، میں کہاں سے احرام باندھوں؟ امام صاحب نے فرمایا، ذوالحلیفہ سے احرام باندھو جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے، اُس شخص نے کہا، میرا ارادہ ہے مسجد نبوی سے قبر شریف کے پاس سے احرام باندھوں۔ امام مالکؒ نے فرمایا ایسا نہ کرو ورنہ مجھے تمہارے بارے میں فتنہ کا خوف ہے، اُس شخص نے کہا، جناب! اس میں فتنہ کی کیا بات ہے، صرف چند میل پہلے باندھ لینا چاہتا ہوں؟ امام صاحب نے فرمایا، اس سے بڑا فتنہ کیا ہوگا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوئے یہاں سے احرام باندھنا چاہتے ہو اور سمجھتے ہو یہاں سے احرام باندھنا بہتر ہے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بہتر عمل سے قاصر رہے۔ سنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ "جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنہ میں گرفتار نہ ہو جائیں یا اُن پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

(حجۃ النبی للشیخ محمد ناصر الدین البانی ص ۱۲۰)

بہت ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ اجتماعی شکل میں بیک آواز لبّیک پکارتے ہیں اور اسے مستحسن سمجھتے ہیں حالانکہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتماعی شکل میں لبّیک پکارنا ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محرم کا مسجد حرام میں داخل ہو کر پہلے تحیۃ المسجد پڑھنا پھر طواف شروع کرنا، یہ بھی طریقۂ نبوی کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد حرام میں داخل ہوئے تھے تو آپؐ نے سب سے پہلے طواف کرنا شروع کیا تھا اور طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھی تھیں۔

حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت نماز کی طرح رفع یدین کرنا بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

بعض حاجی جہالت کی بنا پر مسجد حرام سے نکلتے وقت اُلٹے پاؤں نکلتے ہیں تاکہ پیٹھ بیت اللہ کی طرف نہ ہو، یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت چیز ہے۔

بہت سے حجاج عرفات سے واپسی میں مزدلفہ پہونچتے ہی نماز پڑھنے کے بجائے کنکریاں چننے میں لگ جاتے ہیں حالانکہ مسنون یہ ہے کہ مزدلفہ پہونچ کر سب سے پہلے مغرب وعشا پڑھی جائے۔

مزدلفہ میں تہجد ونوافل کے ساتھ رات گزارنی طریقۂ نبوی کے خلاف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معمول کے خلاف اُس رات نوافل وتہجد ترک کر کے ساری رات آرام فرمایا تھا۔

مسجد حرام میں نمازی کے آگے بالکل قریب سے گزرنے کی ایک عام وبا پائی جاتی ہے۔ لوگ حرم شریف میں عام طور پر نمازی کے قریب سامنے سے گزرتے رہتے ہیں بلکہ نماز کے وقت صفوں کی درمیانی جگہ کو عام راستے کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے ایک ضعیف حدیث کا سہارا لے کر حرم میں اس کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔ کچھ حرم کی بھیڑ بھاڑ اور حجاج کی مجبوریوں کا بھی اس میں دخل ہے لیکن اس سب کے باوجود یہ ایک غلط فعل ہے اور اس سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکرات حلقۂ تصوف وارباب طریقت میں

عبادات میں پائی جانے والی بدعات ومنکرات کے ذکر کے بعد شیخ علی محفوظؒ نے آٹھویں فصل قائم کی ہے اور اس میں متصوفین وارباب طریقت میں پائی جانے والی بعض منکرات کا تذکرہ کیا ہے، آپ نے ایک منکر یہ ذکر فرمایا ہے کہ آج کل کے پیر اپنے مریدوں کو افتراقِ ملت کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ اپنے مریدوں سے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے فلاں طبقے سے دور رہو، ان سے ملو نہیں۔ ان سے بات نہ کرو نیز وہ دوسرے پیروں کی اور دوسرے سلسلہ کے مشائخ کی مذمت کرتے ہیں۔ وہ مریدوں کے دل میں یہ احساس پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ بس وہی مشیخت وپیری کے حقیقی مستحق ہیں دوسروں میں یہ صلاحیت نہیں ہے۔ وہ دوسرے پیروں اور مشائخ کی غیبت کرتے ہیں، ان کی عیب جوئی کرتے ہیں، ان میں کیڑے نکالتے ہیں اور اپنے کو صاحب محامد وفضائل ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس دور کے پیروں میں دنیا داری آگئی ہے شہرت پسندی آگئی ہے ریا وسمعہ کا جذبہ پیدا ہوگیا ہے۔ ان کے دل کالے اور روحیں خبیث ہوگئی ہیں۔

اس دور کے پیر اپنے شاگردوں اور مریدوں کو لے کر نکلتے ہیں اس شہر اس شہر کا دورہ کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے مصارف سے کافی زیر بار کرتے ہیں۔ وہ جس کے یہاں نزول فرماتے ہیں وہ شخص چار وناچار پیر صاحب اور ان کے شاگردوں کے لئے پُر تکلف انتظامات کرتا ہے، ان کی تواضع وخدمت میں اس گھر والوں کو کافی زیر بار ہونا پڑتا ہے۔

شیخ کہتے ہیں آج کل کے مرشدوں وارباب طریقت نے تصوف وسلوک کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک تجارت بنالیا ہے جس کے ذریعے وہ دولتِ دنیا کماتے ہیں۔ حالانکہ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے "من علامة اخلاص العالم فی علمه انه کان کلما ازداد علماً ازداد فی الدنیا زھدا وقلّت امتعة دارہ" عالم کے اخلاص فی العلم کی علامت یہ ہے کہ جوں جوں اس کے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اُس کا زہد بڑھتا جاتا ہے اور اُس کا سامانِ معیشت کم ہوتا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب امام نوویؒ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور شام سے اپنے شہر نوی میں منتقل کیے گئے تو لوگوں کو اُن کے پاس ایک چھڑی اور ایک پیالے کے سوا کچھ نہ ملا جسے لوگ اُن کی ماں کے پاس لے جاتے۔ البتہ اُن کی کتابیں اور اُن کے مصنفات تھے جسے امام نووی شام کے فقراء و مساکین کے لئے چھوڑ آئے۔

شیخ فرماتے ہیں اور ان کی بدترین بدعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس دور کے بہت سے پیروں اور مرشدوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کی اچھی سی قبر بنائی جائے اس پر قبّہ تعمیر کیا جائے اور اس کی زیارت کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

خودساختہ اذکار و وظائف

نیز ان کی بدعات میں سے یہ بدعت بھی ہے کہ وہ شریعت کے ثابت اذکار و دعائیں چھوڑ کر خودساختہ ذکر و وظیفہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم نے اپنے شیخ کو بہت سے علماء کی موجودگی میں یہ ذکر کرتے ہوئے پایا ہے اور علماء نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ غیر ثابت اذکار مردود ہیں وہ اُس شخص کے منہ پر مار دیئے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اصحاب البدع کلاب النار" بدعتی لوگ جہنمی کتے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا "جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالی جس کا دین میں ہونا ثابت نہیں ہے وہ مردود ہے" (بخاری و مسلم)

ان لوگوں نے دین میں وہ چیزیں داخل کر لیں جو دین میں نہیں ہیں اور عبادت کے وہ وہ طریقے ایجاد کر لئے جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہیں نہ صحابہ و مومنین صالحین سے۔

شیخ فرماتے ہیں مریدوں و شاگردوں کا یہ کہنا کہ ہم نے اپنے شیخ و پیر کو اسی طرح ذکر کرتے ہوئے پایا ہے اس ذکر کے صحت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے وہ پیر امور دین سے پوری طرح واقف نہ ہو، نیز ان کا یہ کہنا بھی کوئی دلیل نہیں ہے کہ پیر صاحب خدا کی محبت میں ڈوب کر اس کا ذکر کرتے ہیں پھر ان کے لئے یہ سوچنا ممکن نہیں ہوتا کہ ان کا ذکر کتاب و سنت سے ثابت ہے یا غیر ثابت۔ شیخ فرماتے ہیں ان دونوں صورتوں میں اس پیر کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ جو پیر کتاب و سنت کے حدود میں نہ رہے اور اس کی پابندی نہ کرے وہ ہرگز اس لائق نہیں ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جو صحیح معنوں میں پیر و عارف باللہ رہے ہیں انھوں نے کسی حال میں بھی کتاب و سنت سے تجاوز نہیں کیا ہے اور ہر اس شخص سے انھوں نے برأت کا اظہار کیا ہے جس نے اپنی حرکات و سکنات میں کتاب و سنت سے تجاوز کیا ہے، اور وہ کیونکر ایسا نہ کرتے جب کہ کتاب و سنت کی مخالف روش اختیار کرنے والوں سے اُن بڑے بڑے ائمہ مجتہدین نے بھی برأت کا اظہار کیا ہے جو دین کی حقیقت سے واقف تھے، چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بابت مروی ہے وہ فرماتے ہیں "ایاکم والقول فی دین اللہ بالرای وعلیکم بالسنۃ فمن خرج عنھا ضل" "اللہ کے دین میں رائے زنی سے اجتناب کرو اور سنت کو لازم پکڑو، جس نے سنت سے قدم باہر نکالا وہ گمراہ ہو گیا"۔ نیز امام صاحب فرماتے ہیں "لا ینبغی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاحد ان یقول قولا حتی یعلم ان شریعۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تقبلہ" کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دین کے بارے میں کوئی بات کہے یہاں تک کہ وہ جان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں وہ بات ثابت قابلِ قبول ہے۔ نیز امام صاحب نے اُس شخص سے اظہار برارت کیا ہے جو کتاب و سنت سے قدم باہر نکالے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں" اذا رأیتم کلامی یخالف کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاعملوا بکلام رسول اللہ واضربوا بکلامی الحائط" جب تم دیکھو کہ میری کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف ہے تو فرمان محمدی پر عمل کرو اور میری بات کو دیوار پر مارو۔ نیز فرمایا کرتے تھے" کل شئ خالف امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سقط ولا یقوم معہ رای ولا قیاس. فان اللہ تعالیٰ قطع العذر بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم فلیس لاحد معہ امرٌ ولا نھیٌ" جو چیز بھی فرمانِ محمدی کے خلاف ہو وہ ساقط و مردود ہے آپ کا حکم موجود ہوتے ہوئے رائے و قیاس کی کوئی گنجائش نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے دین میں دخل اندازی کے سارے شوشے بند کر دیئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے ذریعہ عذر کی کوئی گنجائش نہیں رکھ چھوڑی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دین میں کسی امتی کو امر و نہی کا حق حاصل نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بابت مروی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ان کی رائے پوچھی جاتی تو فرماتے" او لاحدٍ کلام مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوتے ہوئے کسی کے قول و کلام کی گنجائش ہے؟

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ کی بابت مروی ہے۔ ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ ابن عیینہ نے کہا میں نے امام مالک سے یہ فرماتے سنا ہے" انما انا بشر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخطی واصیب فانظروا فی رائی فکل ما وافق الکتاب والسنۃ فخذوہ و کل ما لم یوافق الکتاب والسنۃ فاترکوہ " میں ایک انسان ہوں میری بات غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی، پس میری بات کو دیکھو اس میں سے جو کتاب و سنت کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دو۔

ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تم کسی میں کوئی کرامت دیکھو یہاں تک کہ اگر کسی کو دیکھو کہ وہ ہوا میں پرواز کر رہا ہے تو بھی تم اس سے دھوکہ نہ کھاؤ اور دیکھو کہ وہ شریعت کی ادائگی میں کیسا ہے اور شرعی حدود کا کتنا خیال رکھتا ہے اور دینی احکامات و منہیات کا کس قدر لحاظ رکھتا ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ہم کتاب و سنت میں مقید تصوف کے قائل ہیں اور اسی کو تصوف جانتے ہیں جس میں کتاب و سنت سے سر مو تجاوز نہ کیا جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص (جو کسی دور دراز علاقے کا رہنے والا تھا) حضرت جنید بغدادیؒ کی بزرگی کا چرچا سن کر انھیں اور ان کی کرامات دیکھنے کے لئے ان کے پاس گیا۔ وہ تین دن حضرت جنید کے پاس رہا لیکن اس نے حضرت جنید سے کسی کرامت کا صدور نہیں دیکھا، اس نے اپنے گھر واپس ہوتے وقت حضرت جنید سے اپنی اس مایوسی کا اظہار کیا کہ میں نے آپ کی بزرگی کا بڑا چرچا سنا تھا اور اس امید میں آیا تھا کہ آپ کے پاس کچھ کرامات دیکھوں گا مگر اس تین دن کے دوران مجھے آپ سے کسی کرامت کا صدور نظر نہ آیا، حضرت جنید نے اس سے کہا اس تین دن کے اندر تم نے میرا کوئی کام سنت کے خلاف بھی پایا؟ اس نے کہا سنت کے خلاف تو میں نے آپ کا کوئی کام نہیں پایا، فرمایا تو جنید کی یہی کرامت ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے ہم نشین امام ابوالحسن نوری کا قول ہے، جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم کسی کو دیکھو کہ وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استغراق میں حدود شرعی کے اندر محدود رہنا ممکن نہیں ہے تو ہرگز اس شخص کے قریب نہ جاؤ، وہ بدعتی ہے۔ یاد رکھو جس شخص کے اقوال و افعال کی گواہی شریعت سے نہ ملے وہ شخص بدعتی ہے خواہ وہ کتنے بھی خرق عادت کمالات و کرامات دکھائے۔ کتنے مکار بھی ہوتے ہیں جو خرق عادت بڑے بڑے کمالات دکھاتے ہیں۔ صوفی کبیر ابوالقاسم نصر آبادی فرماتے ہیں" اصل التصوف ملازمة الکتاب والسنة وترك الاهواء والبدع " اصل تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنے قول و عمل میں کتاب و سنّت کا التزام کرے اور خواہش نفس کی پیروی ترک کردے اور کوئی بھی ایسی بات اختیار کرنے یا ایجاد کرنے سے پرہیز کرے جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو۔

ابوالحسن بن علی الجوزجانی سے پوچھا گیا کہ خدا تک رسائی کا کیا راستہ ہے؟ فرمایا گمراہی کے شبہوں سے پاک سب سے واضح راستہ ہر حال میں سنت کی اتباع کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ان تطیعوه تهتدوا " تم اس کی اطاعت کروگے تو راہ یاب ہوگے۔ ان سے سوال کیا گیا، اتباعِ سنت کی کیا صورت ہے؟ فرمایا بدعت سے دور رہو، دین میں کوئی ایسا کام نہ کرو جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو اور وہی کام اختیار کرو جو پہلے دور کے علمائے امت و اسلاف کرام نے اختیار کیا تھا۔

اکابر صوفیاء سے جو باتیں منقول ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تصوف کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی تھی۔ (۱) اخلاق و افعال تمام چیزوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی۔ (۲) حلال روزی کھانا (۳) سارے اعمال خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے کرنا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اکابر صوفیا رشریعت کی عظمت کا خیال رکھنے والے اور سنت کی اتباع کرنے والے تھے وہ دین سے سرمو انحراف نہ کرنے والے تھے اور وہ سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ جو شخص کتاب و سنت کے خلاف کرے اور کتاب و سنت کے سوا کسی چیز کو اپنے عمل کی بنیاد بنائے وہ مفتری و کذّاب ہے خود بھی ہلاک ہوگا اور جو اس کے دھوکے میں آئے گا اور اس کی اباطیل قبول کرے گا وہ بھی ہلاک ہوگا۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ شیخ و پیر کا طریقہ آنکھ بند کر کے نہ قبول کرنا چاہیئے بلکہ ان کا جو طریقہ کتاب و سنت کے موافق ہو صرف اسی کو اختیار کرے اور جو مخالف ہو اسے اختیار نہ کرے۔ اس بات سے بھی دھوکہ نہ کھانا چاہیئے کہ علماء نے دیکھا اور سکوت فرمایا، ممکن ہے اس بنا پر انھوں نے سکوت اختیار کیا ہو کہ یہ شخص ان کی بات مانے گا نہیں۔ یا جن لوگوں کو وہ علماء سمجھ رہا ہے وہ صحیح معنوں میں علماء ہی نہ ہوں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جو ذکر و اذکار کتاب و سنت کے موافق نہ ہو اس کا کرنا بھی حرام ہے اور سننا بھی حرام ہے، اس لئے کہ سامع و مسموع کا حکم ایک ہی ہے جس طرح غیبت ایک گناہ ہے اور غیبت کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اسی طرح غیبت کا سننا بھی گناہ ہے اور غیبت سننے والا بھی گنہگار ہوتا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں وہ اوراد و وظائف اور ذکر و اذکار جسے اللہ اور اس کے رسول اور امت کے برگزیدہ لوگ پسند کرتے ہیں اور ذکر کرنے والے کو اس پر ثواب ملتا ہے وہ اذکار تو بس وہی ہیں جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہیں اور جسے علماء امت نے محفوظ کر رکھا ہے۔

شیخ نے اس کے بعد اُن وظائف و اذکار پر تنقید کی ہے جسے قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہونے کے باوجود لوگوں نے اختیار کر لیا ہے یا ثابت شدہ اذکار کے لئے کچھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عجیب وغریب طریقے نکال لئے گئے ہیں۔ مثلاً "لا الہ الا اللہ" ہی کا ورد ہے جو عجیب عجیب ڈھنگ سے کیا جاتا ہے۔ اس میں بعض حروف کو بہت کھینچا جاتا ہے کہیں "الا اللہ" کی ادائگی میں جھٹکے دیے جاتے ہیں۔ غرض اس کی ادائگی میں طرح طرح کے ڈھنگ نکال لئے گئے ہیں۔

شیخ نے کئی صوفیائے کرام کا نام لے کر بتایا ہے کہ ان حضرات نے ذکر میں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنے سے سخت منع فرمایا ہے جو شریعت سے ثابت نہ ہو" وشنعوا جمیعا علی من حرف الذکر عن الطریقۃ الشرعیۃ وحکموا بانہ لاثواب لہ بل واقع فی الخسران والضلال البعید" اور ان سب نے اسے قبیح و معیوب قرار دیا ہے کہ کوئی شخص شرعی طریقے سے ذکر کرنے کے بجائے غیر شرعی طریقے سے ذکر کرے۔ ان جملہ صوفیائے کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ غیر ثابت طریقے سے ذکر کرنے پر کوئی ثواب نہ ملے گا بلکہ وہ شخص بڑے خسارے اور بڑی گمراہی میں واقع ہوگا جو غیر شرعی طریقے پر ذکر کرے گا۔

شیخ نے مختلف کتابوں اور متعدد صوفیا کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ بعض جہلاء عجیب عجیب ڈھنگ سے اس افضل ذکر "لا الہ الا اللہ" کو ادا کرتے ہیں۔ کوئی اس کے بعض حروف کو کھا جاتا ہے کوئی بعض حروف بڑھا دیتا ہے اور اس میں تحریف کا مرتکب ہوتا ہے، بعض لوگ عجیب آواز سے اس کو ادا کرتے ہیں جیسے گدھے کی آواز ہو یا چڑیوں کے گنگنانے کی۔ بعض اس طرح ادا کرتے ہیں کہ "لا الہ" کے بجائے وہ "لا ایلہ" ہو جاتا ہے اور "الا اللہ" اس طرح ادا کرتے ہیں کہ وہ "ایلا اللہ" ہو جاتا ہے۔ یہ بالکل حرام ہے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ اس کی حرمت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ "فھم یذکرون اللہ ویعبدونہ بالسیئات فیصیرون من الذین ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا وھم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا " وہ اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت غلط اور حرام طریقے سے کرتے ہیں اور ان بدنصیبوں میں سے ہو جاتے ہیں جن کا عمل دنیا کی زندگی میں راہِ راست سے بھٹکا رہا اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

اسم مفرد سے ذکر

شیخ فرماتے ہیں اس بارے میں اختلاف ہے کہ صرف اللہ کا نام لے کر ذکر کرنا جائز ہے یا نہیں مثلاً کوئی شخص صرف "اللہ اللہ" کہتا رہے، یا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی بھی مفرد نام جپتا رہے، تو بہت سے علماء کہتے ہیں کہ ذکر کسی جملے کا ہونا چاہیئے جو کہ مفید معنی و مفہوم رکھتا ہو صرف مفرد نام کا وظیفہ صحیح نہیں ہے، صرف نام نہ تو کوئی پوری بات ہے نہ کوئی معنی و مفہوم ادا کرنے والا مفید جملہ ہے۔ اس مفرد لفظ سے ایمان متعلق ہے نہ کفر، اس سے امر متعلق ہے نہ نہی۔ نہ اسلاف سے مفرد نام کا وظیفہ ثابت ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشروع کیا ہے، قرآن و حدیث میں جو اذکار وارد ہوئے ہیں وہ بذات خود کسی معنی و مفہوم کا فائدہ دیتے ہیں مثلاً یہی ذکر ہے جسے افضل ذکر کہا گیا ہے " لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر " یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی حکومت ہے اور اُسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ جس طرح جملہ کے ذریعے ذکر ہوتا ہے اسی طرح اسم مفرد سے بھی ہو جاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ذکر ہی کرنا ہو تو اُن اذکار کو ہی اختیار کیوں نہ کیا جائے جو کوئی مفید معنی و مفہوم رکھتے ہوں اور وہ اذکار رسولِ خدا اسلاف کرام سے ثابت ہوں جن کی بابت کوئی اختلاف نہیں ہے جن پر ثواب ملنا یقینی ہے۔ ان اذکار کو چھوڑ کر کیوں ایسا ذکر اپنایا جائے جن کا قرآن و حدیث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ثبوت نہیں، جن کو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا نہ سلف صالحین نے، اور جو کوئی مفید معنی و مفہوم نہیں رکھتے اور جن پر ثواب ملنا کچھ یقینی بھی نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے حرفِ واحد سے بھی ذکر جائز قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن کی بعض سورتوں کے شروع میں ہے۔ مثلاً کاف، ہا، یا، عین، صاد، وغیرہ، شیخ کہتے ہیں یہ ان کی من گھڑت و ایجاد بندہ ہے۔ حرفِ واحد سے بھی ذکر کا ثبوت نہ رسول اکرم سے ہے نہ سلف صالحین سے، جبکہ وہی ہر قسم کی عبادات میں ہمارے پیشوا ہیں اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑی عبادت ہے، نیز کتاب و سنت سے کہیں اس کا بھی ثبوت نہیں ہے کہ سورتوں کے شروع والے مفرد حروف یقیناً اللہ کے نام ہیں۔

ذکر کے ساتھ رقص و غنا شیخ فرماتے ہیں اور بعض لوگوں نے حالتِ ذکر میں رقص بھی جائز قرار دیا ہے اور اس کے لئے دلیل پکڑتے ہیں اس روایت سے جو صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عید الفطر کے دن خوشی میں کچھ حبشی لوگ مسجد نبوی میں نیزوں اور ڈھالوں سے کھیل رہے تھے۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیکھ رہے تھے اور آپ کے اوٹ میں کھڑی ہو کر میں بھی دیکھ رہی تھی۔

شیخ فرماتے ہیں یہ قول باطل ہے اور قواعد شرع کے مخالف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "شر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار" سب سے برے کام وہ ہیں جو شریعت میں نئے داخل کئے جائیں، شریعت میں ہر نیا داخل کیا ہوا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے کا باعث ہے۔ نیز اس قولِ باطل کا قائل گویا ان لوگوں میں سے ہے جو کلام کو اس کے اصل محل سے پھیر دیتے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بات کو الٹ پھیر کر کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ حبشیوں کے اس فعل سے رقص پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ ہتھیار سے کھیل کود کر رہے تھے اور ہتھیار سے کھیل کود کرنا اور مقابلہ کرنا مشروع ہے لیکن اس کا کیا تعلق ہے اس رقص سے جس میں کولھے مونڈھے اور ہاتھ مٹکائے جاتے ہیں اور جسے کہ شرفاء نہیں فاسق لوگ کرتے ہیں، صاحب مدخل نے کہا ہے کہ رقص کرنا اور وجد طاری کر کے جھومنا اصحاب سامری کی ایجاد ہے جب سامری نے اسرائیلیوں کے لئے ایک بچھڑا بنایا تاکہ اس کی پوجا کی جائے تو اس بچھڑے کے پجاری اس کے اردگرد ناچتے اور جھومتے تھے اور یہ ان کی عبادت تھی، تو ذکر کے دوران ناچنا اور جھومنا مشرکوں کا مسلک ہے اسلام کا نہیں۔

علامہ قرطبی نے امام طرسوسی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان سے سوال ہوا ایک گروہ ہے جن کا معمول ہے کہ وہ کسی جگہ جمع ہوتے ہیں، کچھ قرآن پڑھتے ہیں پھر کوئی شخص اشعار پڑھتا ہے اور وہ لوگ اس پر ناچتے ہیں اور گاتے بجاتے ہیں، کیا ان کی مجلس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟، امام طرسوسی نے جواب دیا کہ اکابر صوفیاء نے اس فعل کو گمراہی اور باطل قرار دیا ہے۔ اسلام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں محصور ہے اس سے باہر ہو کر جو کام کیا جائے وہ اسلام کا کام نہیں گمراہی کا کام ہے۔ رہا بطور عبادت ناچنا اور وجد کرنا تو یہ اصحاب سامری کی ایجاد ہے جب سامری نے ان کے لئے بچھڑا بنایا تو اس بچھڑے کے پجاری بطور عبادت اس بچھڑے کے اردگرد ناچتے تھے اور وجد کرتے تھے تو ناچنا اور وجد کرنا کافروں اور بچھڑے کے پجاریوں کا دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس صحابہ کرام کے ساتھ بڑی سنجیدگی اور وقار کی ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس میں اس طرح کی بیہودگیوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مناسب ہے کہ بادشاہ یا اس کا قائم مقام ایسے لوگوں پر پابندی لگائے انھیں مسجد وغیرہ میں گھسنے نہ دے اور کسی بھی ایسے شخص کے لئے جو اللہ و آخرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایسا ایمان رکھتا ہو جائز نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کی مجلس میں حاضر ہو اور اس باطل کام پر ان کی مدد یا حوصلہ افزائی کرے۔ یہی مذہب ہے تمام ائمہ مسلمین امام مالک و امام شافعی و امام احمد و امام ابوحنیفہ وغیرہ رحمہم اللہ اجمعین کا۔

اسی طرح کا ایک سوال امام ابن قدامہ کے پاس آیا تو انھوں نے جواب دیا کہ بلاشبہ اس فعل کا مرتکب خطاکار ہے بے مروت ہے کہ ایسی بیہودہ حرکت کرتا ہے، اگر وہ ایسی بیہودگی برابر کرتا رہے تو وہ شرعاً مردود الشہادۃ ہے اور شرعاً اس کا قول غیر مقبول ہوگا۔ یہ ایسی معصیت اور بیہودگی ہے جو عند اللہ و عند الرسول بھی مذموم ہے اور اہل علم نے بھی اسے نہایت ناپسند کیا ہے اور اسے بدعت قرار دیا ہے اور اس کے ارتکاب سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اس کی نافرمانی کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا نہ اس کے منع کئے ہوئے کام کا ارتکاب کر کے اس کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ جو شخص معصیت کو خدا تک رسائی کا ذریعہ بنائے وہ راندۂ درگاہِ الٰہی ہو جانے کا مستحق ہے نہ کہ رسائی کا۔ اور جو شخص کھیل تماشے کو دین قرار دے وہ اس شخص کی طرح ہے جو زمین میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہو۔ یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے طریقے کے سوا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر کے۔ جو شخص خدا تک رسائی کا طالب ہو تو وہ ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اپنے مقصد سے دور جا پڑے گا۔

ذکر میں تالی بجانا

شیخ فرماتے ہیں اور ان متصوفین کی قبیح حرکتوں میں سے ایک حرکت ذکر کی حالت میں تالی بجانا ہے، ذکر کی حالت میں تالی بجانا بڑی اوچھی و احمقانہ حرکت ہے۔ یہ حرکت یا تو کوئی احمق صوفی کرتا ہے یا کوئی بناوٹی جاہل صوفی، اس طرح کی حرکت کا بھلا شریعت سے اور انبیاء و صلحاء سے کیا تعلق ہے۔ بعض علماء نے تو مردوں کے لئے تالی بجانا حرام قرار دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنیاد پر کہ "انما التصفیق للنساء" تالی عورتیں بجائیں (جبکہ نماز میں امام سے کوئی بھول ہو رہی ہو)۔

فاتحہ بہ نیت فلاں نیز صوفیوں کا ذکر سے فارغ ہونے کے بعد "فلاں کی نیت سے فاتحہ" فلاں کی نیت سے فاتحہ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ بھی ایک بدعت ہے اس عمل کا سراغ بھی سلف میں کہیں نہیں ملتا۔ اسی طرح ہاتھ میں یا گلے میں تسبیح کا لٹکائے رہنا ایک منکر کام ہے یہ وہ لوگ کرتے ہیں جو ریاکار ہوتے ہیں اور بغیر عمل محمود کے مدح وستائش کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اللہ تک رسائی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کر کے ہی ہو سکتی ہے اس کے سوا جو طریقہ ہے وہ گمراہی ہے اس سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

نظریہ شریعت وحقیقت شیخ نے متصوفین میں مشہور اس نظریہ کی تردید کی ہے کہ ایک چیز ہوتی ہے شریعت، اور ایک چیز ہوتی ہے حقیقت۔ اگر کوئی صوفی کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اس طائفہ کے لوگ کہتے ہیں بھئی وہ اہل حقیقت میں سے ہے اس پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ گویا ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے دو دین نازل فرمایا ہے ایک دین شریعت اور دوسرا دین حقیقت۔ حاشا وکلا یہ بات نہیں ہے۔ دین تو فقط ایک ہے اور گناہ کسی کے لئے بھی روا نہیں ہے۔ جو بھی اس کا مرتکب ہوگا وہ گنہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے معاف نہ فرمایا تو اس پر سزا کا مستحق ہوگا۔

شیخ نے اس "فصل ثامن فی بدع الطرق" میں تصوف کے موضوع پر اردو میں پائی جانے والی بدعات ومنکرات کے سلسلہ میں بہت سی باتیں ذکر کی ہیں۔ میں نے اس فصل سے بھی حسب معمول سابق بالکل سرسری ہی اقتباسات لئے ہیں اور صرف انھیں مذکورہ چند چیزوں کے اجمالی ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ اس فصل کے اختتام پر فرماتے ہیں، اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ کی معرفت کا اور اس تک رسائی کا صرف ایک ہی راستہ ہے دلا غیر۔ اور وہ راستہ وہی ہے جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے واضح کر دیا ہے، اور وہ صوفیائے کرام جو سچے تھے اور صحیح معنوں میں وہ طالبِ خدا تھے انھوں نے اُسی راستہ کو اختیار کیا اور انھوں نے ہمیشہ کتاب وسنت کو سمجھنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا اور اسی نمونے پر اپنے آپ کو ڈھالنا اپنے پیشِ نظر رکھا۔

لفظ "صوفی" کی تشریح لفظ "صوفی" کی توجیہہ کرتے ہوئے شیخ لکھتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اصحابِ صفہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس طائفہ کو صوفی کہا جاتا ہے۔ اصحابِ صُفّہ جو فقراء صحابہ کی جماعت تھی جو مسجد نبوی میں شب و روز رہتے تھے اور عبادت وتلاوت و ذکر الٰہی جن کا خاص کام تھا، مگر صرفی قواعد اس توجیہ کو قبول نہیں کرتے، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صوفی "صفاء" سے ماخوذ ہے لیکن صرفی قاعدے کی رو سے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ مشہور قول یہ ہے اور یہی صحیح ہے کہ صوفی کی نسبت "صوف" کی طرف ہے، صوف بھیڑ کے بال کو کہتے ہیں، چونکہ یہ طبقہ عموماً بھیڑ کے بال والے یا اس جیسے موٹے معمولی کپڑے پہنتا تھا اس لئے اس کی طرف نسبت کرکے انھیں صوفی کہا جانے لگا اور صوف کی طرف نسبت کرکے صوفی کہنا قاعدے کے عین مطابق ہے۔

اعتقادی بدعات ومنکرات

شیخ نے نویں فصل میں وہ بدعات ومنکرات ذکر کئے ہیں جن کا تعلق عقیدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وخیال سے ہے۔ شیخ فرماتے ہیں اعتقادات دو طرح کے ہیں، ایک تو اُن گمراہ فرقوں کے اعتقادات جن کا گمراہ فرقہ ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے مثلاً معتزلہ جہمیہ، قدریہ وغیرہ کے عقائد۔ ان عقائد کا باطل ہونا مسلمانوں میں معروف ہے، ہم یہاں ان کی بابت کچھ نہ لکھیں گے، دوسری قسم اُن عقائد کی ہے جو کہ مسلم عوام میں یا بعض خواص میں بھی سرایت کر گئے ہیں، حالانکہ وہ صحیح عقائد نہیں ہیں۔ ہم انھیں میں سے بعض عقائد کا ذکر کریں گے انشاء اللہ۔

غلط اعتقاد بابت نزول جبریل مثلاً عوام الناس کا یہ اعتقاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زمین پر جبرئیل علیہ السلام کا نزول نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اور اس اعتقاد کا باعث وہ بعض بے بنیاد روایات ہیں جن کا مدلول یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل نے آخری ملاقات کی تو رخصت ہوتے وقت فرمایا "لا انزل الارض بعدك" اب آپ کے بعد میں زمین پر نہ اُتروں گا۔ یہ روایت بے بنیاد ہے۔ اور اس کو طبرانی کی وہ روایت رد کرتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ "میں نہیں پسند کرتا ہوں کہ کوئی شخص جنبی ہونے کی حالت میں بغیر وضو کے سو جائے اس لئے کہ مجھے خوف ہے کہ اُسی حال میں اس کا انتقال ہو جائے اور جبرئیل اس کی موت کے وقت حاضر نہ ہوں"۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل زمین پر نازل ہوتے ہیں اور ہر اس مومن کی موت کے وقت اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں جس کی موت حالت طہارت میں ہوتی ہے (قالہ ابن حجر الہیتمی)۔ نیز شب قدر میں بھی ان کے نازل ہونے کی خبر قرآن نے دی ہے "تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ" فرشتے اور روح الامین جبرئیل شب قدر میں اللہ کی اجازت سے اُس کے احکامات لے کر اُترتے ہیں، اس آیت میں روح سے مراد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبرئیل علیہ السلام ہیں جن کے فضل و شرف کی بنا پر ان کا ذکر فرشتوں سے الگ کیا گیا ہے (تفہیم القرآن)

بابت شب قدر

شیخ نے شبِ قدر کے بارے میں بھی لوگوں کا یہ ایک غلط عقیدہ ذکر کیا ہے کہ اس رات میں ایک خاص قبولیت کا وقت ہے اُس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اسے نہیں دیکھ سکتا ہے مگر وہی شخص جس سے اُس کا وعدہ کیا گیا ہو اور جس نے اُسے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ سے اس نے جو چیز بھی طلب کر لی اسے وہ ضرور دیدے گا حتیٰ کہ اگر اُس وقت اُس کی زبان لغزش کھا گئی اور وہ کوئی ایسی چیز مانگ بیٹھا جسے وہ مانگنا نہیں چاہتا تھا بس عجلت میں یا غلطی سے وہ بات زبان سے نکل گئی تو بھی اللہ تعالیٰ لازمی طور پر اُس کو وہی چیز عطا کر دے گا جو چیز کہ اگرچہ غلطی سے وہ مانگ بیٹھا ہے۔

بابت شبِ معراج

شیخ نے اسی طرح ایک بے بنیاد و مہمل اعتقاد لوگوں کا یہ ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں بیت المقدس سے آسمان کی طرف روانہ ہوئے اور روانگی کے لئے اس چٹان پر گئے جس پر سے آپ براق پر سوار ہوئے تو اوپر کی طرف آپ کی روانگی کے وقت وہ چٹان بھی بلند ہوا تاکہ آپ کے ساتھ ہی وہ بھی جائے لیکن راستے میں فرشتوں نے اُس پتھر کو پکڑ لیا اور وہ پتھر آج تک وہیں ہوا میں معلق ہے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف کا نشان بھی ہے اور ایک طرف ان فرشتوں کی انگلیوں کا بھی اس پر نشان ہے جنھوں نے اُس کو پکڑ کر اوپر جانے سے روک دیا تھا۔

اسی طرح اور بھی کئی باطل و مہمل اعتقادات و خیالات شیخ نے ذکر کئے ہیں جو ممکن ہے اُس طرف دیارِ عرب میں پائے جاتے ہوں اِدھر غالباً ان اعتقادات کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجود نہیں ہے۔

بابت طفل مختون بعض بچے مختون پیدا ہوتے ہیں ان کی بابت شیخ نے عوام کا یہ اعتقاد ذکر کیا ہے جو شاید یہاں بھی پایا جاتا ہو کہ فرشتے رحمِ مادر میں ایسے بچوں کا ختنہ کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ اعتقاد بالکل بے بنیاد و باطل ہے۔

جنت میں ندامت و غم شیخ فرماتے ہیں بعض لوگوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ جنت میں ندامت و غم کا مطلقاً وجود نہ ہوگا حالانکہ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور وہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اُس سے زیادہ حاصل ہوگی جو دُنیا میں حاصل تھی تو انھیں اس بات پر ندامت و افسوس ہوگا کہ ان کو دنیا میں ناقص معرفتِ الٰہی حاصل ہوئی اور اُس کا حق بھی ناقص ادا ہوا۔ اسی طرح بعض وہ گنہگار لوگ مثلاً وہ اہلِ ایمان جن سے زنا وغیرہ جیسے قبیح و نہایت بے شرمی کے گناہ سرزد ہو گئے ہیں وہ جب اپنے ایمان اور نیک اعمال کے سبب جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی جلالت و کبریائی کا اور اس کی بے پایاں رحمت و کرم کا مشاہدہ کریں گے تو انھیں رہ رہ کر اپنی ان غلطیوں پر ندامت و افسوس ہوگا جو انھوں نے اُس ذاتِ کبریا و کرم گستر پر ایمان رکھتے ہوئے دنیا میں کیا ہے۔

اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنتی لوگ جنت میں پہونچ کر ان لمحات و اوقات پر حسرت و افسوس کریں گے جو انھوں نے دنیا میں اللہ کے ذکر سے غافل رہ کر گزارا ہوگا"۔ اس حدیث کو طبرانی و بیہقی نے نقل کیا ہے۔

اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے اور اس مجلس میں انھوں نے نہ اللہ کا ذکر کیا نہ رسول اللہ صلی اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم پر درود بھیجا وہ مجلس ان کے لئے حسرت وافسوس کا باعث ہوگی اگرچہ وہ جنت میں داخل ہوں" اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی وابن حبان وحاکم نے نقل کیا ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اسے بیہقی اور ابن ابی الدنیا نے بھی حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔

نیک و بد کا غلط تصور اور اس کی صحیح پہچان

شیخ لکھتے ہیں بعض لوگوں کی ظاہری ہیئت اچھی ہوتی ہے شکل وصورت دینداروں کی ہوتی ہے ان کی بابت لوگوں میں یہ اعتقاد پیدا ہوجاتا ہے کہ یہ تو بڑے اللہ والے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ان کو خصوصی تعلق ہے اور اللہ کے پاس ان کی بڑی منزلت ہے، اسی بنیاد پر لوگ ان کے عقیدت مند اور ان کے چاہنے والے ہوجاتے ہیں حالانکہ بسا اوقات اس کی وجہ دین میں اس شخص کی مداہنت اور اس کی تساہلی ہوتی ہے، وہ شخص اگر واقعی نیک لوگوں میں سے ہوتا تو لوگوں کو نیک کام کرنے کی ہدایت کرتا برائیوں پر انھیں ٹوکتا۔ اور فواحش ومنکرات کے اس دور کے لوگ اس امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بنا پر اس شخص سے خوش نہیں ناخوش رہتے اور اس کے گرد ہجوم کرنے کے بجائے اس سے بھاگتے اور دور رہتے۔ مروی ہے کہ کعب احبار نے ایک دفعہ ابو مسلم خولانی سے کہا، تو میں آپ کا کیا مقام ہے؟ جواب دیا بہت اچھا، کعب نے فرمایا مگر تورات کا بیان تو اس کے خلاف ہے۔ ابو مسلم نے کہا وہ بیان کیا ہے؟ فرمایا، تورات کا بیان یہ ہے کہ آدمی جب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمے داری نباہتا ہے اور لوگوں کو ان کی غلط حرکتوں پر ٹوکتا ہے اور اس سے روکتا ہے اور انھیں اچھے کام کرنے کا حکم دیتا ہے تو لوگ عموماً اس سے بیزار وناخوش رہنے لگتے ہیں اور اس کے گرد ہجوم نہیں کرتے اور لوگوں میں اس کا مقام اچھا نہیں ہوتا۔ یہ سن کر ابو مسلم خولانی نے کہا تورات کی بات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح ہے ابو مسلم ہی نے غلط کہا

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک گاؤں والوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب میں مبتلا کر دیا حالانکہ ان میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جن کے عمل نبیوں جیسے تھے۔ سوال کیا گیا جب اس گاؤں میں ایسے لوگ بھی تھے جن کے عمل نبیوں جیسے تھے تو پھر اس گاؤں پر کیوں عذاب نازل کیا گیا؟ آپ نے فرمایا، اس لئے کہ وہ لوگ بس اپنی نیکیوں میں مست تھے، نہ وہ گنہگاروں کو ناپسند کرتے تھے، نہ انھیں گناہوں سے روکتے تھے نہ انھیں اچھے عمل کی ہدایت کرتے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک بار موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یا اللہ! تیرا کون سا بندہ تیری نظر میں زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا وہ بندہ جو میرے حکم کی تعمیل پر اس طرح لپکے جس طرح گدھ لاش پر ٹوٹ پڑتا ہے، جو کہ میرے نیک بندوں سے نہایت ہی تعلق خاطر رکھتا ہو اور میرے نافرمان بندوں کو اور ان کی اس حرکت کو سخت ناپسند کرتا ہو۔

اور حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ گدھ کی لاش بھی ان کی نظر میں زیادہ اچھی ہوگی اُس مرد مومن سے جو کہ برائی پر خاموش رہنے کے بجائے برائی پر لوگوں کو ٹوک دے اور انھیں نیک کام کرنے کی تاکید کرے۔

اور آج وہی زمانہ آگیا ہے۔ کوئی اگر برائی پر ٹوکتا ہے اور نیک عمل کی تاکید کرتا ہے تو اس سے لوگوں کی طبیعت مکدر اور جز بز ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص سر برائی بھلائی پر خاموش رہتا ہے تو وہ وسیع الظرف اور روادار کہلاتا ہے اور ایسے شخص کو پسند کیا جاتا ہے۔

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی طرف وحی کیا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تمہاری قوم کے چالیس ہزار اچھے لوگوں کو اور ساٹھ ہزار بُرے لوگوں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ بُرے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ تو سمجھ میں آتا ہے لیکن اچھے لوگوں کو بھی ہلاک کرنے کا ارادہ ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ وہ ایسے اچھے لوگ ہیں کہ خود تو اچھا کام کرتے ہیں لیکن بُروں کو ناپسند نہیں کرتے اور یہ نافرمانی کرنے والوں سے خوب دوستانہ رکھتے ہیں، ان کے ساتھ بڑے شوق سے کھانے پیتے اٹھتے بیٹھتے ہیں مگر نہ امر بالمعروف کرتے ہیں اور نہ نہی عن المنکر نہ منکر پر ناگواری کا اظہار کرتے ہیں، اس حدیث کو ابن ابی الدنیا اور ابو الشیخ نے ابراہیم بن عمر صنعانی سے روایت کیا ہے اور اس کی شاہد وہ قرآنی آیت ہے جو سورہ مائدہ میں آئی ہے "لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ الآیہ، یعنی بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو بُرے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ بُرا طرز عمل تھا جو انھوں نے اختیار کیا۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل میں برائیاں عام ہو گئیں تو اُن کے علماء نے ابتداءً ان کو برائیوں سے روکا مگر جب وہ اس سے باز نہیں آئے تو انھوں نے بھی ان کی مجلس میں شرکت کرنی اور ان کے ساتھ کھانا پینا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی پاداش میں بعض کو بعض کے ذریعے تباہ کر دیا اور حضرت داؤد و عیسیٰ کی زبانوں سے ان پر لعنت فرمائی۔ آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے یکایک سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم لوگ عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکتے یہاں تک کہ لوگوں کو برائیوں سے روکو۔ (ترمذی و ابوداؤد)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدۂ سعد و نحس

اور لوگوں کے اعتقادی بدعات میں سے بعض چیزوں کے اندر نحوست پائے جانے کا عقیدہ بھی ہے۔ بعض لوگ بیوی یا گھر یا جانور یا مہمان کے بارے میں نحوست کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور بعض اوقات مشیتِ الٰہی سے وہ بات اُن کے عقیدے کے مطابق ہو جاتی ہے تو ان کی بداعتقادی اور پختہ ہو جاتی ہے حالانکہ کسی بھی چیز میں نحوست کا عقیدہ رکھنا باطل و خلافِ شرع ہے۔ رہی بخاری شریف کی وہ حدیث جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "گھر اور عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے" تو یہاں فرمانِ نبوی میں نحوست کا وہ مفہوم نہیں ہے جو لوگوں میں معروف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی وضاحت فرما دی ہے کہ جس نحوست کا وجود ہے اس نحوست سے کیا مراد ہے۔ چنانچہ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! گھر کی نحوست کیا ہے؟ فرمایا، گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ ہو اور پڑوسی بُرے لوگ ہوں۔ دریافت کیا اور چوپائے کی نحوست کیا ہے؟ فرمایا جو سواری نہ کرنے دے اڑیل اور سخت ہو، پوچھا اور عورت کی نحوست کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، عورت کی نحوست اس کا بانجھ ہونا اور بدخُلق ہونا ہے۔

اور امام احمد و حاکم و بیہقی وغیرہ نے حضرت عائشہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ عورت کا بابرکت ہونا یہ ہے کہ اُس کی منگنی آسان ہو، اس کا مہر مختصر ہو اور اس میں بچے جننے کی خوب صلاحیت ہو۔ (اس کی اسناد جید ہے)۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "برکت بھی ہے اور نحوست بھی ہے عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں، پس عورت کی برکت ہے اس کا مہر ہلکا ہونا، اس کا نکاح آسان ہونا اور اس کے اخلاق اچھا ہونا، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی نحوست یہ ہے کہ اس کا مہر زیادہ ہو، اس کا نکاح مشکل ہو اور وہ بداخلاق ہو۔ اور گھر کی برکت یہ ہے کہ وہ کشادہ ہو اور پڑوسی اچھے ہوں۔ اور گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ ہو اور اس کے پڑوسی بُرے ہوں، اور گھوڑے کی برکت یہ ہے کہ وہ تابعدار ہو اور اچھی عادت کا ہو اور اس کی نحوست یہ ہے کہ وہ سخت واڑیل ہو اور اس کی سواری مشکل ہو۔ اس حدیث کو کئی محدثین نے روایت کیا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس نحوست کا وجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے وہ نحوست اُس معنی میں نہیں ہے جو لوگوں میں معروف ہے۔ جو لوگ کسی چیز میں نحوست کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز راس نہیں آتی۔ مثلاً اس گھر میں نحوست ہے یعنی یہ گھر ہمیں راس نہیں آتا۔ اس میں رہنا بے برکتی کا سبب ہے، اس گھر میں رہنے سے ہم پنپ نہیں سکتے یا بچے مرجاتے ہیں یا فلاں حادثہ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لوگوں میں نحوست جس معنی و مفہوم میں ہے اس قسم کی نحوست کا کوئی وجود نہیں ہے اور اس نحوست کی نفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں ابن عمرؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو وہ عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہوتی"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نحوست کسی چیز میں بھی نہیں ہے، کسی چیز میں نحوست سمجھنا اور اس قسم کے خیالات رکھنا محض توہم پرستی ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

چھوت چھات، بدشگونی و بدفالی

اسی طرح چھوت چھات اور بدشگونی و بدفالی بھی محض توہمات ہیں، اسلام کی نظر میں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حدیث میں ان توہمات کی تردید فرمائی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا عَدْوٰی" چھوت چھات کوئی چیز نہیں ہے یعنی چھوت چھات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی ذاتی اثر نہیں رکھتا۔ ایک بار ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اچھے اور صحتمند اونٹوں میں ایک خارشتی اونٹ مل جاتا ہے تو سب خارشتی ہو جاتے ہیں یہ چھوت چھات کا اثر نہیں ہے تو کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا پہلے اونٹ کو خارشتی کس نے بنایا؟ اس نے کہا اللہ نے۔ فرمایا تو پھر سب کی خارشت کو اللہ ہی کی طرف منسوب کرو۔ اونٹ اور چھوت کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو۔

چھوت چھات کی نفی اس مصلحت سے بھی کی گئی ہے کہ اس کا وسوسہ دل و دماغ پر طاری نہ رہے یہاں تک کہ آدمی اس وسوسے کی بنا پر مریضوں کی دیکھ بھال اور تیمارداری سے کترائے کہ کہیں اسے بھی وہ بیماری نہ لگ جائے اور اس کے جراثیم اس کے جسم میں بھی داخل نہ ہو جائیں۔

آنحضورؐ نے آگے فرمایا " وَلَا طِيَرَةَ " اور بدفالی بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ توہم پرستوں کا عقیدہ ہے کہ اگر سامنے سے کوئی کانا آدمی گزر جائے یا عورت یا بلی گزر جائے تو وہ کام نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے " الطِّيَرَةُ شِرْكٌ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ " آپ نے فرمایا "بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے" (رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح)۔ اور طبرانی میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بُرا شگون لے یا جس کے لئے بُرا شگون لیا جائے یا جس کے لئے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا جادو کرائے"۔ نیز فرمایا " رمل اور بدشگونی جبت (وہم پرستی) کے قبیل سے ہے (ابوداؤد، نسائی، ابن حبان)

البتہ نیک فالی و نیک شگونی جائز ہے جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے لیکن بدشگونی جرم عظیم ہے اس سے بہت دور رہنا چاہیئے۔ اور دل میں اس قسم کا وہم پیدا ہو تو اس کو دور کرنا چاہیئے اور اس کے سبب کسی کام سے رک نہ جانا چاہیئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرزاق مرفوعاً روایت کرتے ہیں " ثلاثة لایسلم منهن احد . الطیرة و الظن والحسد . فاذا تطیرت فلا ترجع واذا حسدت فلا تبغ واذا ظننت فلا تحقق " بدشگونی ، بدگمانی اور حسد یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے بچنا مشکل ہوتا ہے ، لہذا جب کسی کام میں کوئی بدشگونی تمھیں تردد میں ڈالے تو بدشگونی کے سبب اس کام سے باز نہ آؤ ، اور جب کسی سے حسد پیدا ہو تو دل سے اُسے دور کرو ، اور جب بدگمانی پیدا ہو تو اس پر یقین نہ کرو ۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے " بدشگونی کے سبب کسی کام سے باز نہ آؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو " ۔

صحیح بخاری کی مذکورہ بالا روایت میں آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " وَلَا هَامَةَ " یعنی اُلّو کی نحوست بھی کوئی چیز نہیں ہے ۔ مشرکین کا عقیدہ تھا کہ آدمی کی روح اُلّو کے اندر حلول کر جاتی ہے اور جہاں یہ بولتا ہے وہ گھر برباد ہو جاتا ہے ، آپ نے اس عقیدے کی تردید فرمائی ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا " وَلَا صَفَرَ " یعنی صفر کی نحوست بھی کوئی چیز نہیں ہے ۔ صفر ہجری سن کا دوسرا مہینہ ہے جو محرم کے بعد آتا ہے ۔ بدعقیدہ مسلم خواتین میں یہ مہینہ " تیرہ تیزی " کے نام سے مشہور ہے ، وہ اس مہینہ کو منحوس خیال کرتے ہوئے چنے اُبال کر اس مہینہ میں صدقہ کرتی ہیں تاکہ اس کی نحوست سے محفوظ رہیں یہ توہم پرستی ہے اور خلافِ شرع و موجب گناہ ہے ۔

قسّامِ ازل پر اعتراض

اور اعتقادی منکرات میں سے یہ بھی ہے کہ بعض وہ لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے علم و عقل و صلاحیت دے رکھی ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ بہت سے جاہل و کم عقل دولت و ثروت اور گوناگوں نعمتوں سے نوازے جا رہے ہیں اور وہ علم و عقل و صلاحیت و کوشش کے باوجود اس سے محروم رہتے ہیں تو انھیں خیال ہوتا ہے کہ یہ تو بڑی ناانصافی کی بات ہے ۔ دولت و انعام کے اصول ، حقدار و ناقدر ، وہاں توہم ہیں نہ کرو ۔ اور اس طرح کرناہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کی تقسیم پر معترض ہوتے ہیں۔ اسی قبیل سے ہے ابن الراوندی کا یہ شعر:

كَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ ضَاقَتْ مَعِيشَتُهُ ۔۔۔ كَمْ جَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوقًا

هٰذَا الَّذِي تَرَكَ الْأَوْهَامَ حَائِرَةً ۔۔۔ وَصَيَّرَ الْعَالِمَ النِّحْرِيرَ زِنْدِيقًا

یعنی کتنے صاحب عقل و خرد ہیں جن کی معیشت تنگ ہے، اور کتنے جاہل و گنوار ہیں جنھیں خوب خوب روزی مل رہی ہے۔ اس صورت حال نے عقل و خرد کو حیران و ششدر کر کے رکھ دیا ہے، اور کتنے صاحب علم و فضل کو اس صورت حال نے زندیق و ملحد بنا دیا ہے۔

اسی طرح وہ عورت جسے حسن و جمال کی دولت ملی ہے مگر وہ تنگ دست ہے جب وہ دیکھتی ہے کوئی بدصورت عورت بہتر زیورات اور لعل و جواہر سے سجی ہوئی ہے تو اسے حیرت ہوتی ہے کہ وہ زیورات اور لعل و جواہر تو اس حسن و جمال کے لئے سوزدل تھے نہ کہ اس بدصورتی کے لئے۔ تو وہ سوچتی ہے یہ کیا ستم ہے کہ یہ حسن تو ان زیورات سے محروم ہے اور اس بدصورت کو یہ سج دھج میسر ہے۔ گویا اس کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے ایک کو دولت حسن دے کر اور دوسرے کو دولت دنیا دے کر انصاف نہیں کیا ہے۔ یہ عقیدہ کا کھوٹ ہے کہ آدمی اس انداز سے سوچنے لگے، ساری دولت کا مالک و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ کسی کو عقل و خرد سے نوازتا ہے کسی کو دولت دنیا سے۔ کسی کو نعمت حسن عطا کرتا ہے اور کسی کو خارجی سج دھج، اور کسی کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کون شخص کس نعمت کا مستحق ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میرے بعض بندوں کے لئے محتاجی ہی قرین مصلحت ہوتی ہے اور بعض کے لئے بیماری۔ وغیرہ وغیرہ، میں ہی مدبر ہوں اور میں ہی ہر ایک کی طبیعت و مصلحت سے واقف ہوں۔ (صفوۃ الصفوہ ص ۱ ج ۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے بھی یہ صورت حال رکھی ہے کہ کون لوگ ہیں جو اس صورت حال کو ناقابل فہم پاکر بھی راضی برضائے مولیٰ ہیں اور کون اس چنگیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں نیز اسے یہ احساس رہے کہ مشیت و اختیار اُس کا نہیں خدائے بالا و برتر کا چلتا ہے، اس کے سوا بھی اس صورت حال میں بیشمار مصالح ہیں جو صاحب عقل سلیم کو مطمئن کرنے کے لئے کافی ہیں۔

فائدہ ونقصان مطابق گمان کا غلط تصور

شیخ فرماتے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ انسان کے لئے کسی چیز کا مفید یا مضر ہونا اس کے گمان کے مطابق ہوتا ہے مثلاً کوئی چیز بالکل غیر مفید ہے آدمی اس چیز کی بابت گمان کرلے کہ یہ مفید ہے تو اس سے اُس آدمی کو فائدہ ہو جاتا ہے۔ اور اس خیال کی بنیاد ایک موضوع حدیث ہے کہ "اگر تم میں سے کوئی کسی پتھر کے بارے میں یہ حُسن ظن قائم کرلے کہ وہ اس کو فائدہ پہونچائے گا تو اس پتھر سے اسے فائدہ پہونچے گا" حالانکہ یہ حدیث بالکل موضوع و باطل ہے اور یہ پتھر کے پجاریوں کی اختراع ہے ذات رسالت اس حدیث سے بری ہے۔

توکل کا غلط تصور

اور بعض لوگوں کا یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی شافی و کافی ہے لہٰذا بیماری کا علاج کرنا توکل کے منافی ہے اور خدا پر بے اعتمادی ہے۔ بیماری میں علاج کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے بھی ملتا ہے حالانکہ ان کا توکل اور خدا پر ان کا اعتماد غیر متزلزل تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی نے بیماریوں کے لئے دوائیں پیدا کی ہیں اور ان میں افادیت و تاثیر رکھی ہے۔ وہ کبھی بلا واسطہ و بلا ذریعہ شفا عطا کرتا ہے کبھی دواؤں کے ذریعے شفا دیتا ہے اور جب اسے شفا دینا منظور نہیں ہوتا تو اچھی سے اچھی دوائیں بھی بیکار ثابت ہوتی ہیں اور شفا کی ہر کوشش رائگاں جاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکرات بضمن ضیافت و شادی و دعوتِ ولیمہ

شیخ نے بعض اعتقادی بدعات و منکرات ذکر کرنے کے بعد دسویں فصل قائم کی ہے ضیافت، وشادی و دعوت ولیمہ کے ضمن میں پائی جانے والی بدعات و منکرات کے بیان میں، اور اس سلسلہ میں وہ فرماتے ہیں کہ ضیافت و مہمان نوازی مکارم اخلاق میں سے ہے اور جزو ایمان ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ۔ ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیصل رحمہ" جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور یوم آخرت پر اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت و خاطر داری کرے اور رشتے داروں سے صلہ رحمی کرے۔

مہمان کی عزت و خاطر داری یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملے اس سے ملاقات پر اظہار مسرت کرے۔ اس سے شیریں کلامی سے پیش آئے، اسے مناسب جگہ بٹھائے اور بذات خود اس کی مہمان نوازی و خاطر داری میں حصہ و دلچسپی لے صرف نوکروں کے حوالے نہ کر دے، اور تین دن تک اپنی استطاعت و گنجائش کے مطابق اس کے خورد و نوش کا انتظام کرے اور اسے لطف و کرم کے ساتھ رخصت کرے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوشریح سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا حق ضیافت ادا کرے، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! حق ضیافت کیا ہے؟ فرمایا ایک شب و روز کا حق۔ اس کی خاطر و مدارات کرے۔ اور مدت ضیافت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے اس سے زیادہ جو دہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر صدقہ ہے۔

سب سے پہلے مہمان نواز حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کی کنیت ہی ہوگئی تھی "ابوالضیفان" یعنی مہمانوں والے۔ ان کا روز کا معمول تھا کہ جب کھانے کا وقت آتا اور کوئی مہمان وجود نہ ہوتا تو مہمانوں کی تلاش میں نکل جاتے اور بسا اوقات ایک دو میل چلے جاتے اس لالچ میں کہ شاید ذرا آگے کوئی مہمان مل جائے اور اس کے ساتھ کھانا تناول فرمائیں، اُن کے اس شوق اور خلوص نیت کے سبب اللہ تعالیٰ ان کی یہ خواہش پوری بھی فرما دیتا اور روز کچھ نہ کچھ مہمان مل جاتے۔

تکلفات مہمانوں کی مہمان نوازی بڑی اچھی چیز ہے اور جذبہ مہمان نوازی ایک مبارک جذبہ ہے لیکن آج کل کے غیر ضروری تکلفات نے مہمان نوازی کو ایک بوجھ بنا دیا ہے اور وہ تکلفات چونکہ رواج پا گئے ہیں اس لئے میزبانوں کو چار و ناچار اس کی رعایت کرنی پڑتی ہے اور اس کی وجہ سے مہمان نوازی گراں بار بن جاتی ہے، حالانکہ مہمان نوازی تعلقات کی استواری اور محبت و اخوت پیدا کرنے کا موثر و بہترین ذریعہ ہے۔

ضیافت میں بہت سی باتیں داخل ہوگئی ہیں جن سے اجتناب کی اور اسے دور کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً کوئی مہمان سفر سے آیا ہوا ہے ممکن ہے دیر سے کھانا نہ کھایا ہو، مناسب ہے کہ فوری طور پر ہی حاضر پیش کر دیا جائے، لیکن بعض میزبان طویل تکلفات میں لگ جاتے ہیں اور مہمان کو دیر تک کھانے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یا مثلاً مہمان کے ساتھ کچھ اور لوگ مدعو ہوتے ہیں اور بیٹھ کر اُن جملہ مدعو حضرات کا انتظار کیا جاتا ہے، بعض لوگ آنے میں کافی دیر کرتے ہیں تب تک کھانا شروع نہیں کیا جاتا حالانکہ جو لوگ موجود ہیں انھیں بھوک لگی ہوتی ہے یا جلد کھا لینے کی خواہش ہوتی ہے اور کھانا وقت سے بے وقت ہو رہا ہوتا ہے یا ان میں سے بعض کی کچھ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروریات ہوتی ہیں اور موقع نہیں ہوتا کہ وہ وہاں زیادہ دیر تک بیٹھا رہے مگر تاخیر پر الجھن و تکلیف کے باوجود تکلّف میں بیٹھا رہتا ہے اور میزبان تمام مدعو حضرات کے آجانے کے بعد ہی کھلانا شروع کرتا ہے۔ یہ غیر ضروری تکلفات کا نتیجہ ہے جو سب کے لئے باعثِ تکلیف ہوتا ہے لیکن رواج کی پاسداری میں تکلیف کے باوجود وہ ایسا کرتا ہے، حالانکہ ایسے رواج کو ختم کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ اسے جاری رکھنے کی، البتہ وقت پر نہ پہونچنے والا اگر غریب آدمی ہو یا اندیشہ ہو کہ اس کی دل شکنی ہوگی تو اس کی رعایت کی جاسکتی ہے۔ ورنہ مہمانوں کی ضیافت میں جلدی کرنی چاہیئے انھیں زحمتِ انتظار میں مبتلا نہ کرنا چاہیئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت قرآن میں مذکور ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بشکل مہمان آئے جو لوط علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے تھے تو حضرت ابراہیمؑ نے ان مہمانوں کو بلا توقّف کھانا پیش کر دیا۔ قرآن کا بیان ہے " فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ " نیز فرمایا گیا " فَرَاغَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ۔ وہ بلا توقّف فوراً گھر میں داخل ہوئے اور ایک موٹا تازہ بہترین بھنا ہوا بچھڑا مہمانوں کے سامنے لاکر رکھ دیا۔

حاتم اصم کا قول ہے " العجلة من الشيطان الا في خمسة فانها من سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم اطعام الضيف وتجهيز الميت وتزويج البكر وقضاء الدين والتوبة من الذنب (رواہ ابونعیم فی الحلیۃ) یعنی جلد بازی شیطانی کام ہے مگر پانچ چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں اُن میں جلد بازی کرنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مہمانوں کو کھانا کھلانا میت کی تجہیز و تدفین، کنواری لڑکی کی شادی کر دینا، قرض چکا دینا اور گناہ سے توبہ کرنا۔ ان پانچ کاموں میں دیر نہ کرنی چاہیئے ان میں جہاں تک ہو سکے جلدی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنی چاہیئے۔

مہمان نوازی کی منکرات میں سے ایک یہ جذبہ بھی ہے کہ ہم ایسی پُرتکلف مہمان نوازی کریں جس کا دور دور چرچا ہو اور لوگ دیکھیں کہ ہم نے کیسی شاندار ضیافت کی ہے، یہ جذبہ غیر مستحسن ہے اور اس جذبہ کی بنا پر آدمی بسا اوقات اپنی طاقت سے زیادہ تکلفات کر دیتا ہے جس کے سبب وہ زیر بار و مقروض بھی ہو جاتا ہے۔

مہمان نوازی میں تکلف کرنے کا مطلب بعض سلف نے یہ بتایا ہے کہ آدمی اپنے مہمان کو وہ چیز کھلانے کا اہتمام کرے جو اسے خود کھانا میسر نہیں ہے اور اس تکلف کے ذریعے وہ اپنی دریا دلی اور بڑی حیثیت ظاہر کرنی چاہتا ہو، چنانچہ شادیوں اور ولیمہ کی دعوت میں بعض لوگ بے حد اسراف اور فضول خرچی سے کام لیتے ہیں انواع واقسام کے کھانے تیار کرتے ہیں اور اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے مقروض و زیر بار ہو جانا بھی گوارہ کر لیتے ہیں اور بیجا تکلفات میں مبتلا ہوتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " اَلَا هَلَكَ المتنطعون. ثلاث مرات" رواہ مسلم۔ شیخ فرماتے ہیں" المراد المتکلفون فوق طاقتہم " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا" اپنی طاقت سے بڑھ کر تکلف کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے"۔

نیز حدیث میں آتا ہے آپ نے فرمایا" مہمان کے لئے تکلف نہ کرو کہ (جس کے نتیجہ میں) وہ محبوب کے بجائے مبغوض بن جائے اور وہ بوجھ محسوس ہونے لگے (بیہقی وغیرہ)

ایک حدیث میں ہے آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا" اے عائشہ! مہمان کے لئے ملول خاطر کر دینے والا تکلف نہ کرنا اسے وہی کھلاؤ جو خدا تمہیں میسّر کرے"۔ (رواہ ابو عبداللہ الشیرازی)۔ طبرانی اور امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس مہمان آئے ہوئے تھے تو حضرت سلمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فارسی نے ان سے کہا" لولا انا نھینا عن التکلف لتکلفت لکم " اگر ہم تکلف کرنے سے روکے نہ گئے ہوتے تو آپ کی پُر تکلف مہمان نوازی کرتے۔ اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں "غیر ضروری تکلف قطعِ تعلق کا ذریعہ بن جاتا ہے ایک شخص کسی کو دعوت دیتا ہے اور اس کی بڑی پُر تکلف مہمان نوازی کرتا ہے یہ پُر تکلف مہمان نوازی اتنے مصارف کا سبب بن جاتی ہے کہ وہ بار بار اسے مدعو نہیں کرسکتا۔ نیز مہمان بھی میزبان کو اپنے یہاں مدعو کرنے سے اس بنا پر گھبراتا ہے کہ تکلف کے جواب میں ہمیں بھی اسی طرح کے تکلفات کرنے ہوں گے اور کافی زیر بار ہونا پڑے گا۔ اس طرح بار بار ایک دوسرے کو مدعو کرنے اور ایک دوسرے کے یہاں جانے کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور یہ غیر ضروری تکلف قطع تعلق کا سبب بن جاتا ہے (رواہ ابوبکر بن ابی الدنیا)

اگر کسی تکلف کے بغیر صرف ما حضر پیش کر دینے کی بات ہو تو ایسی مہمانی اور میزبانی کسی کے لئے بھی اور کسی وقت بھی بوجھ نہ معلوم ہو اور متعلقین و احباب کی آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری رہے اور تعلقات میں کبھی سرد مہری نہ آنے پائے۔

رسم و رواج کی لعنت بعض جگہ ایسے ایسے رواج پائے جاتے ہیں جن کے سبب رشتے داروں کو اپنے کسی رشتے دار کے یہاں جانے میں تامل ہوتا ہے۔ مثلاً بعض صورتوں میں ایک رشتہ دار دوسرے کے یہاں جاتا ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ مٹھائی و پھل فروٹ لے جائے نیز وہاں پہونچ کر بچوں کو یا فلاں فلاں کو کچھ روپے دے۔ یا اپنے گھر رشتے دار کو بلائے تو ایسی ویسی خاطر داری کرے اور اس کو واپس ہوتے وقت کچھ روپے دے یا کچھ سامان دے تو اس رواج کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن مصارف کے خوف سے آدمی رشتے دار کے یہاں جلدی جاتا نہیں ہے یا ان رشتے داروں کو بلاتا نہیں ہے جن کے سبب زیادہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصارف کا خطرہ ہے اس طرح رفتہ رفتہ رشتے ناطے میں سرد مہری آجاتی ہے۔ بہنیں اور بیٹیاں بہت سوچ وچار کے بعد سسرال سے میکے لائی جاتی ہیں کیونکہ انھیں لانا رسم ورواج کے سبب طویل مصارف کا موجب ہوتا ہے۔ یہ رسم ورواج ہر ایک کے لئے مصیبت و وبال بنے ہوئے ہیں مگر افسوس لوگ ان رسوم سے باز بھی نہیں آتے۔

تکلف کے سلسلہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں" امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلّا نتکلّف للضیف مالیس عندنا وأن نقدم الیہ ماحضرنا " کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے ہم مہمان کے لئے وہ چیز مہیا کرنے کی زحمت میں نہ پڑیں جو ہمارے پاس نہ ہو، اور جو حاضر ہو وہ مہمان کی خدمت میں بلاتکلف پیش کردیں (رواہ الخرائطی)

اور حضرت انس و دیگر بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بابت مروی ہے کہ وہ اپنے مہمان بھائیوں کی خدمت میں روکھی سوکھی روٹی اور کھجور اور پانی جو بھی حاضر و میسر ہوتا بلاتکلف پیش فرمادیتے اور فرماتے، ہم نہیں جانتے ہیں کہ اُن دونوں میں سے کون غلطی پر ہے، وہ مہمان جو اس چیز کو حقیر سمجھے جو بلاتکلف اس کی خدمت میں پیش کردی گئی ہے یا وہ میزبان جو مہمان کی خدمت میں ماحضر پیش کردینے کو حقیر سمجھتا ہے (رواہ صاحب القوت والعوارف)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے ولیموں کی دعوتیں تکلفات سے بالکل پاک ہوا کرتی تھیں، چنانچہ حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی صفیہ کا ولیمہ کیا تو لوگوں کو صرف کھجور اور ستّو کھلایا۔ (مسند احمد، ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے شادی کرنے کے بعد جو ولیمہ کیا وہ آپ کے سب ولیموں پر فائق تھا۔ اس ولیمہ میں آپ نے ایک بکری ذبح کی تھی اور لوگوں کو گوشت کھلایا تھا (بخاری و مسلم)۔

اور حضرت انسؓ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف پر زردی کا نشان پایا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا ایک گٹھلی سونا مہر کے عوض میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے، آپ نے انھیں برکت کی دعا اور شادی کی مبارکباد دی اور فرمایا ولیمہ کر ڈالو گو ایک بکری ہی کا سہی (بخاری و مسلم وغیرہ)۔

شیخ فرماتے ہیں اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کی مبارکباد دینا جائز ہے اور ولیمہ بیوی سے خلوت حاصل ہونے کے بعد کرنا چاہیئے۔

سادگی کا نمونہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہؓ سے شادی کی تو صرف ایک پیالہ دودھ سے ولیمہ کیا۔ اس میں سے خود تھوڑا سا پیا پھر حضرت عائشہ کو پینے کے لئے بڑھا دیا وہ شرمانے لگیں تو ان کی سہیلی اسماء بنت عمیس نے ان سے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ واپس نہ کرو۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے شرماتے شرماتے لے لیا اور تھوڑا سا پی کر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا اپنی سہیلیوں کو دیدو۔ اسماء کہتی ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ! اس وقت ہم لوگوں کو کھانے پینے کی اشتہا نہیں ہے۔ فرمایا بھوک و جھوٹ جمع نہ کرو۔ بھوک بھی ہے اور جھوٹ بھی بولتی ہو۔ اسماء کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کسی کو کسی چیز کی خواہش ہے اور وہ کہتا ہے مجھے اس کی خواہش نہیں۔ تو کیا یہ بھی جھوٹ شمار ہوگا۔ آپ نے فرمایا جھوٹ بہرحال جھوٹ ہے اور وہ جھوٹ ہی کے زمرے میں شمار ہوتا ہے خواہ معمولی جھوٹ کیوں نہ ہو (مسند احمد و طبرانی فی الکبیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وابن ابی الدنیا) ۔

سبحان اللہ! وہ سیّد الاولین والآخرین ومحبوب رب العالمین ہیں اور فقر وسادگی کا یہ عالم ہے کہ شادی ہو رہی ہے اور لوگوں کی ضیافت کے لئے ایک پیالہ دودھ کے سوا کچھ میسر نہیں ہے، نہ کچھ فراہم کرنے کی فکر واہتمام ہی ہے۔ صرف ولیمہ ہی نہیں شادی میں بھی سادگی کا یہ عالم تھا کہ نہ پہلے سے کوئی تیاری واہتمام نہ کوئی شان نہ بان نہ کوئی تکلف۔ حضرت عائشہؓ اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں وہ اُن کی رخصتی کا دن تھا یہاں لڑکی والے کے یہاں بھی پہلے سے نہ کوئی تیاری تھی نہ دھوم دھام۔ حد یہ ہے کہ جب دلہن بن کے جانا تھا حضرت عائشہؓ بھی اس معاملہ سے بے خبر سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھولنے میں مصروف تھیں کہ یکایک ان کی ماں ام رومان نے ان کو آواز دی وہ آواز سنتے ہی ہانپتی کانپتی دوڑی آئیں۔ ماں بیٹی کا ہاتھ پکڑے دروازے تک لائیں۔ وہاں منہ دُھلا کر بال سنوار دیئے پھر ان کو اس کمرے میں لے گئیں جہاں انصار کی کچھ عورتیں دُلہن کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ دلہن جب اندر داخل ہوئی تو مہمان عورتوں نے "علی الخیر والبرکۃ وعلی خیر طائر" (یعنی تمہارا آنا بخیر وبابرکت وفال نیک ہو) کہہ کر استقبال کیا، دلہن کو سنوارا، تھوڑی دیر کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور حضرت عائشہ رخصت کر دی گئیں۔

یہ رسول اللہ کی شادی تھی جو سادگی کا ایک نمونہ تھی اور اب اُسی رسول کی یہ امت ہے جس نے شادی کو اس قدر تکلفات اور شان بان کی چیز بنا دیا ہے کہ شادی بربادی کا باعث اور مصیبت وبال بن گئی ہے۔

رسولِ خدا کی اس امت کو اپنے رسول کا طریقہ نہیں غیر مسلموں کا طریقہ زیادہ پسند آیا ہے۔ غیر مسلموں میں شادی بڑے دھوم دھام کی ہوتی تھی مسلمانوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے وہی دھوم دھام اختیار کر لیا۔ رسولِ خدا نے اپنے زمانہ میں رائج دھوم دھام والی شادیوں کی خلاف ورزی کی اور سادگی کی بنا ڈالی، اُسی رسول کی اُمت اِن مسلمانوں نے اپنے رسول کے طریقے کی خلاف ورزی کر کے غیر مسلموں کے دھوم دھام والے طریقے کو اپنے یہاں رواج دیا۔ افسوس کتنا فرق ہو گیا ہے رسول اللہ کے طریقے اور اس کی اتباع کا دم بھرنے والے مسلمانوں کے طریقے میں۔

رسوم کی مخالفت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ تو یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ غلط رسوم کی مخالفت کی۔ مثلاً اسی شادی میں آپ نے اُس وقت پائی جانے والی کئی رسموں کی خلاف ورزی کی۔ عرب شوال میں شادی نہیں کرتے تھے لیکن آپ نے حضرت عائشہؓ سے شوال ہی میں شادی کی اور ان کی رخصتی بھی شوال ہی میں ہوئی۔ نیز عرب میں زمانۂ قدیم سے یہ رواج چلا آرہا تھا کہ دُلہن کے آگے آگ جلاتے تھے اور یہ بھی رسم تھی کہ شوہر اپنی دلہن سے پہلی ملاقات محل یا محفہ کے اندر کرتا تھا مگر آپ نے اس رسم کو بھی توڑا۔ نیز عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے اسی لیے خولہ نے حضرت ابوبکرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کا اظہار کیا کہ اللہ کے رسول آپ کی بیٹی عائشہؓ سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ابوبکرؓ نے حیرت سے کہا "کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے"۔ آنحضورؐ نے فرمایا "انت اخ فی الاسلام" تم تو صرف اسلامی بھائی ہو۔ (سیرت عائشہ از سید سلیمان ندوی)

رجوع الی الموضوع

ذکر چل رہا تھا اس بات کا کہ صحابہ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ بہت سادہ ہوا کرتا تھا تکلفات سے بالکل پاک۔ آپ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بابت بھی مروی ہے کہ جب آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ کی شادی حضرت علیؓ سے کی تو حاضرین کے سامنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے کے لئے گدر کھجور پیش کیا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کی شادی علی بن ابی طالب سے کردوں۔ پس لوگو! گواہ رہو کہ میں چار سو مثقال چاندی کے عوض مہر پر فاطمہ کی شادی علی سے کرتا ہوں اگر علی اس پر راضی ہوں" پھر شادی ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین کے پاس ایک طبق گدر کھجور لائے اور فرمایا اسے کھاؤ (رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود و رجالہ ثقات) پھر حضرت علی سے آپ نے فرمایا کہ اے علی! اب جبکہ فاطمہ سے تمہاری شادی ہو گئی ہے تو اب تم پر ولیمہ کرنا لازمی ہو گیا ہے، چنانچہ حضرت سعد نے اپنا ایک مینڈھا دیا اور بعض صحابہ نے کچھ غلہ کا انتظام کیا۔ اس طرح حضرت علی و فاطمہ کا ولیمہ ہوا۔

شیخ فرماتے ہیں آج کل شادی اور اس کے ولیمہ میں بہت سے منکرات و رسوم داخل ہو گئے ہیں جس کو انسان کی شیطانی خواہشات نے مستحسن و مزین ٹھہرا لیا ہے اس کے لئے وہ بڑی خوبصورت تاویلیں کرتے ہیں حالانکہ سب سے بہترین کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جو آپ کے طریقے و سنت کے خلاف ہو وہ ہرگز اچھا کام نہیں ہو سکتا۔ اور سب سے بُرے کام وہ ہیں جو نئے نئے پیدا کر لئے گئے ہوں۔

فضول خرچی و محرمات کا ارتکاب

شادی میں جو غیر ضروری تکلفات کئے جاتے ہیں اور گوناگوں رسوم پر کافی مصارف برداشت کئے جاتے ہیں وہ قبیح و مذموم کیونکر نہ ہوں گے جبکہ وہ بہت سی مضرتوں کا سبب بنتے ہیں اور کتنے دولھا دلہن اور ان کے والدین خوشحالی کے بعد ان مصارف کے سبب تنگ حالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ مصرت سب کی نظر میں ہے اس کے باوجود رسم و رواج میں کمی نہیں دن بدن اضافہ ہو رہا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ وہ اس موقع پر فضول خرچی کے مرتکب ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی کام اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے اور جس کی بہت زیادہ مذمت قرآن و حدیث میں آئی ہے۔ فضول خرچی ہر حال میں مذموم ہے خواہ وہ دین کے کام میں ہو یا دنیاوی کام میں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو وضو میں زیادہ پانی خرچ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے بھی فضول خرچی قرار دیا، حالانکہ وضو ایک نیک کام تھا اور خرچ تھا پانی کا۔

شیخ فرماتے ہیں۔ لوگ بہت سے دینی امور میں تغافل و چشم پوشی سے کام لیتے ہیں اس کا خیال نہیں رکھتے کہ حلال چیز استعمال ہو رہی ہے یا حرام اور شرعاً اس کی اجازت ہے یا ممانعت ہے، چنانچہ بعض لوگ مہمان کی پُرتکلف میزبانی میں سونے چاندی کے برتن استعمال کرتے ہیں حالانکہ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے، میزبان کو اس حرام کام کا مرتکب نہ ہونا چاہیئے اور مہمان کو بھی سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے انکار کر دینا چاہیئے۔ بلکہ صحیح مسلم کا تقاضا یہ ہے کہ مہمان میزبان کو اس حرام کام کے ارتکاب سے روکے۔ اگر وہ نہ مانے تو مہمان کو چاہیئے کہ وہ اٹھ کر وہاں سے چلا جائے اور اس منکر کام سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس جگہ بیٹھنا بھی گوارہ نہ کرے، اسی طرح اگر مہمان دیکھے کہ میزبانوں میں سے کوئی سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہے اور کہنے کے باوجود اس گناہ سے باز نہیں آتا تو وہ نہ اس میزبان کے ساتھ کھائے نہ اس کے یہاں بیٹھے۔

دینی امور کا ہر جگہ خیال رہنا چاہیئے۔ حلال حرام کی تمیز ہر موقع پر ہونی چاہیئے خواہ وہ شادی کا موقع ہو یا غمی کا، اور مہمانی ہو یا میزبانی، یا کوئی بھی موقع محل ہو۔ اگر اس کا بس چلے تو اس برائی کو ختم کرے، نہ بس چلے تو اس سے نفرت کا اظہار کرے اور خود اس کے قریب نہ جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگ شادیوں اور دعوتوں میں مسخرے لے آتے ہیں، مسخرہ پن جن کا پیشہ ہوتا ہے وہ بعض لوگوں کا تمسخر کرتے ہیں، فحش اور گندے مذاق کرتے ہیں، شریعت پاکیزہ مزاح کی اجازت دیتی ہے مگر فحش مذاق، گندی باتیں اور لوگوں کا تمسخر شرعاً بھی ناروا ہے اور اخلاقاً بھی، اس سے اور ایسی مجلسوں سے احتراز کرنا چاہیئے۔

آداب ضیافت مہمان نوازی کی غیر مستحسن باتوں میں سے ایک یہ بات بھی بعض بڑے لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ مہمان کی خدمت بذاتِ خود نہیں کرتے ساری خدمت نوکروں سے لیتے ہیں، بذات خود مہمان کی خدمت کرنی انھیں اپنی بڑائی و خودداری کے خلاف نظر آتی ہے حالانکہ یہ مکارم اخلاق میں سے ہے کہ میزبان بذات خود مہمان کی ضیافت میں حصہ لے۔ حضرت علی زین العابدین بن حسینؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا اپنے مہمان کی خدمت کرنی کمالِ انسانیت ہے جیسا کہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بذاتِ خود مہمان کی خدمت کی۔ مہمان کی آمد پر خود ہی اُٹھ کر اندر گئے اور اپنے ہاتھ سے مہمان کے لئے کھانا لائے، قرآن میں ہے "فراغ الی اھلہ فجاء بعجل سمین فقربہ الیھم قال الا تاکلون" وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور ایک موٹا تازہ بھنا ہوا بچھڑا لاکر مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دیا (اور جب دیکھا مہمانوں کے ہاتھ کھانے کے لئے نہیں بڑھتے تو) فرمایا کیا آپ حضرات اسے نہ کھائیں گے؟

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کی خدمت کے لئے بذات خود اٹھے اور خود اپنے ہاتھ سے کھانا لاکر مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا، نہ لڑکوں کو آواز دی نہ خادم کو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی عظیم و جلیل ہستی، اللہ کے خلیل، امام الحنفاء و شیخ الانبیاء نے اپنی تمام تر عظمت و جلالت کے باوجود بذاتِ خود مہمان کی خدمت کی۔ اسے نہ اپنی بڑائی و خودداری کے خلاف سمجھا نہ کوئی اپنی توہین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محسوس کی۔ اور یقیناً اسی میں کمالِ انسانیت ہے اور اتباع ہے ابراہیم خلیل اللہ کی۔

نیز آدابِ ضیافت میں سے یہ بھی ہے کہ مہمان کے پاس کھانا لانے کے لئے اس سے یہ سوال نہ کرے "کیا آپ کے لئے کھانا لاؤں؟" ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان ہوا کہ وہ مہمانوں کی آمد پر ان سے یہ سوال کئے بغیر خاموشی سے گھر میں گئے اور کھانا لاکر حاضر کر دیا۔ شیخ فرماتے ہیں آج کل چونکہ لوگوں میں بخل پیدا ہو گیا ہے اور مہمانوں کو بوجھ محسوس کرنے لگے ہیں اس لئے جب کوئی مہمان آتا ہے تو بجائے اس کے کہ اس کے کھانے پینے کے لئے خوشدلی سے فوراً کوئی چیز پیش کر دی جائے اس سے دریافت کرتے ہیں "آپ کے لئے کچھ لاؤں؟" اور دل یہ چاہتا ہوگا کہ کچھ نہ پیش کرنا پڑے تو اچھا ہے۔ اب اس سوال پر شاید ہی کوئی مہمان ہے کہ "ہاں لائیے" ورنہ وہ معذرت ہی کرے گا کہ نہیں، رہنے دیجئے۔ کچھ حاجت نہیں"۔

شیخ فرماتے ہیں اور یہ طریقہ بھی غیر مستحسن ہے کہ مہمان کو گھر کے اندر ہی سے رخصت کر دیا جائے، مناسب ہے کہ میزبان کم از کم گھر کے دروازے تک آکر اسے رخصت کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "مسنون طریقہ یہ ہے جب تم کسی کو اپنے گھر بلاؤ تو رخصت کرتے وقت باہر تک اس کے ساتھ جاؤ"۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سنت یہ ہے کہ میزبان رخصت کرنے کے لئے دروازے تک مہمان کے ساتھ آئے"۔ (رواہ ابن ماجہ وغیرہ) اور امام شعبیؒ سے مروی ہے فرمایا مہمان کی تکمیل مہمانی یہ ہے کہ میزبان اس کو گھر کے دروازے تک آکر رخصت کرے اور اس کو سواری پر بٹھادے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے فرمایا "جو شخص مہمان کی تکریم میں اسے رخصت کرتے وقت اس کی سواری کا رکاب پکڑے۔ اس تکریم کی محرک نہ کوئی دنیوی طمع ہو نہ خوف تو یہ مخلصانہ کام اس کے لئے باعثِ مغفرت ہوگا"۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا معمول تھا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مہمان کو رخصت کرتے وقت اس کی سواری کا رکاب پکڑتے تھے۔ ایک مہمان نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریبی اور ایسے عظیم المرتبت صحابی ہو کر میری سواری کا رکاب پکڑتے ہیں۔ تو فرمایا "ہم علماء کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں"۔

شکم پُری

شیخ نے ضیافت کے بیان میں بعض مہمانوں کی یہ بُری عادت ذکر کی ہے کہ وہ لذیذ کھانا پا کر خوب ڈٹ کے کھا لیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ کھانے سے منع کیا ہے۔ فرمایا "کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین" کھاؤ اور پیو لیکن حد سے نہ تجاوز کرو۔ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" نیز زیادہ کھانا صحت کے لئے بھی مضر ہوتا ہے اور اس میں کئی طرح کی مضرتیں ہوتی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ پیٹ سے زیادہ بُرا کوئی برتن نہیں ہے جسے آدمی بھرتا ہے۔ آدمی کو بس اتنا کھانا چاہیئے جس سے اس کی پیٹھ سیدھی رہے۔ اگر اتنے پر اکتفا کرنے سے انکار ہو تو معدے میں جس قدر گنجائش ہو اس کا ایک تہائی کھانا کھائے ایک تہائی پانی کے لئے رکھے اور ایک تہائی خالی رکھے کہ آرام سے سانس لے سکے (رواہ الترمذی وقال حسن)۔

شیخ فرماتے ہیں کہ زیادہ کھانے سے سستی پیدا ہوتی ہے۔ ذہن کو صحیح غور و فکر میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، کاہلی و کسلمندی آتی ہے، نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور زیادہ نیند سے جسم کمزور ہوتا ہے اور وہ قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے جو عملی زندگی کا راس المال ہے اور وقت کی بربادی بڑا دینی و دنیوی خسران ہے۔ حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی "بیٹے! جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکری صلاحیت سو جاتی ہے دانائی ماؤف ہو جاتی ہے۔ اعضاء عبادت میں نشاط سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور جب معدہ میں غذا کم ہوتی ہے تو اس کے دل پر کثافت نہیں ہوتی۔ عزیمت قوی اور بصیرت بیدار ہوتی ہے اور جسم میں نشاطِ عمل ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے"۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "پہلی مصیبت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اس امت میں پیدا ہوئی وہ آسودگی ہے، لوگوں نے خوب آسودہ ہو کر کھانا شروع کیا جس سے ان کے بدن موٹے ہو گئے، ان کے دل کمزور ہو گئے اور ان کی شہوتیں ان پر غالب آ گئیں۔" (رواہ البخاری فی کتاب الضعفاء)

اجتماعی خورد و نوش باعث برکت

شیخ فرماتے ہیں مسلمانوں میں یہ برا طریقہ پیدا ہو گیا ہے کہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر کئی حضرات کھانا کھائیں گے مگر سب الگ الگ برتنوں میں کھائیں گے۔ یہ غیر شرعی طریقہ ہے۔ حضرت عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ "کھانا ایک ساتھ کھاؤ الگ الگ نہ کھاؤ، بیشک برکت اجتماعی کھانے میں ہوتی ہے" (رواہ ابن ماجہ والبیہقی باسناد حسن) اور ایک حدیث میں ہے کہ بہترین کھانا وہ ہے جس میں کئی کھانے والے ہاتھ شامل ہوں" (رواہ ابن حبان)، لیکن آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ اچھا ولذیذ کوئی کھانا ہو تو ان کی خواہش ہو گی کہ اس میں کھانے والے ہاتھ کم سے کم شامل ہوں، اسی لئے وہ اجتماعی کھانے کی برکت سے محروم رہتے ہیں۔

وحشی بن حرب سے روایت ہے کہ ایکبار صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ ہم کھاتے ہیں اور آسودہ نہیں ہوتے، فرمایا شاید تم لوگ الگ الگ کھانا کھاتے ہو، بولے ہاں، فرمایا یکجا کھانا کھاؤ اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ اس سے کھانے میں برکت ہو گی۔ (رواہ ابوداؤد باسناد حسن)۔ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید ہے اور دوسری طرف عام طور سے لوگوں کا خاص کر دولتمندوں کا یہ حال ہے کہ وہ ایک برتن میں کئی آدمی مل کر کھانا پسند نہیں کرتے۔ انھیں اس میں کراہت محسوس ہوتی ہے۔ انھیں یہ وہم ہے کہ اس طرح یکجا کھانے سے دوسرے کے جراثیم ہمارے اندر آ جائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر شخص کا الگ الگ برتنوں میں کھانے کے بجائے کئی آدمی کا ایک برتن میں کھانا برکت کا بھی سبب ہوتا ہے اور انس و محبت کا بھی، اور غریب و امیر، صغیر و کبیر، آقا و ملازم سب ایک برتن میں کھائیں تو مساوات کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے اور انسانیت کا بھی۔ اس طرح کھانے کا اثر طبیعت پر بہت اچھا پڑتا ہے اور اس کے بہت سے اخلاقی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

کھانے سے پہلے بسم اللہ ضرور کہہ لینا چاہیئے۔ اگر بھول جائے اور کھانے کے درمیان یاد آئے تو "بسم اللہ اوّلہ واٰخرہ" کہہ دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے چلے تو بسم اللہ کہہ لے۔ اگر شروع میں بسم اللہ کہنا یاد نہ آئے اور کھانے کے درمیان یاد آئے تو "بسم اللہ اوّلہ واٰخرہ" کہے (رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حسن)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرے اور عادات میں پائی جانے والی منکرات

شیخ نے گیارہویں فصل قائم کی ہے اُن خامیوں اور اُن منکرات کی بابت جو معاشرے اور عادات میں پائی جارہی ہیں، معاشرہ کا معنی ہے باہم مل جل کر رہنا، آپس میں مل جل کر زندگی بسر کرنا۔

باہم مل جل کر رہنے کے لئے کچھ حقوق و آداب ہیں اگر اُن حقوق و آداب کا لحاظ رکھا جائے تو زندگی میل محبت سے گزرتی ہے آسانی و خوش دلی سے کٹتی ہے اور اُن حقوق و آداب کا خیال نہ رکھا جائے تو معاشرے میں تکدّر و تناؤ کی کیفیت رہتی ہے طرح طرح کی اُلجھنیں لاحق ہوتی ہیں مختلف قسم کی پریشانیاں پیش آتی ہیں اور انسان خوشگوار زندگی اور خوشگوار ماحول سے محروم رہتا ہے۔ اور اب افسوس ہے کہ لوگوں نے معاشرے کے حقوق و آداب کو ملحوظ رکھنا بہت کچھ ترک کر دیا ہے جس سے معاشرہ میں بڑا فساد رونما ہو گیا ہے اور بڑی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ صورتِ حال یہ ہو گئی ہے، اور معاشرے کے حقوق و آداب اس قدر متروک و غیر ملحوظ ہو کر رہ گئے ہیں کہ اگر کوئی بندۂ خدا ان حقوق و آداب کا لحاظ کرتا ہے تو وہ اس معاشرے میں خود کو اجنبی سا پاتا ہے اور لوگ اس کے اس عمل کو حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھتے ہیں جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا۔

غمخواری و خبر گیری جن لوگوں کے ساتھ رہن سہن ہو اور جو بھائی بند لوگ ہوں ان کے کچھ حقوق ہوتے ہیں مثلاً ان کے ساتھ غمخواری کرنا صرف زبانی نہیں مال و منال کے ذریعہ بھی، اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا۔ ان کو پوری کرنے کی کوشش کرنا اور ان کی حاجت براری کے لئے اٹھ کھڑا ہونا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلف صالحین ان حقوق کی ادائگی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ان میں بعض ایسے بھی ہوئے ہیں جن کے اپنے حقیقی یا کسی اسلامی بھائی کا انتقال ہوگیا تو انھوں نے دسیوں بیسیوں سال تک اُس مرحوم بھائی کے اہل وعیال کی نگہداشت کی، ان کے حاجات کا خیال رکھا ان کی کفالت کی اور انھیں احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ اپنے باپ کی موت کے بعد لاوارث و بے سہارا ہوگئے ہیں۔ ان اسلاف میں صورتِ حال یہ تھی کہ وہ خود دوستوں ساتھیوں بھائی بندوں اور یتیموں و بیواؤں کے یہاں جاجاکر دریافت کیا کرتے تھے آپ کو کوئی حاجت تو نہیں؟ کوئی پریشانی تو نہیں؟ ہمارے تعاون کی کوئی ضرورت تو نہیں؟ نمک ہے؟ آٹا ہے؟ دال ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ وہ برابر ایک دوسرے کی خبرگیری کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کسی سے اس معاملہ میں غفلت ہوجاتی تو وہ اسے اپنی بڑی غلطی شمار کرتا اور اسے عنداللہ باز پرس کا خوف لاحق ہوجاتا۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا ایک شناسا آیا اس نے دروازے پر دستک دی تو حضرت علی باہر آئے، ملیک سلیک کے بعد حضرت علیؓ نے اس سے آنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا میں چار سو درہم کا مقروض ہوگیا ہوں حضرت علی کو یہ سن کر بڑا شاک لگا۔ فوراً گھر میں گئے اور چار سو درہم لاکر اسے دیا اور فرمایا جاؤ جلدی اپنا قرض ادا کردو۔ وہ چلا گیا اور حضرت علی خود گھر کے اندر داخل ہوئے تو چہرہ مغموم تھا اور آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ گھر والوں نے کہا اگر اُس شخص کو رقم دینی آپ پر اتنی گراں گزری ہے تو آپ نے دیا ہی کیوں۔ فرمایا اسے رقم دینی گراں نہیں گزری ہے بلکہ یہ غم ہو رہا ہے کہ میں نے اپنے اس بھائی کی خبرگیری نہیں کی یہاں تک کہ اس کو مجھ سے لینے کے لئے مجبور ہونا پڑا (احیاء العلوم للغزالی ص۲۴۶ ج ۳)۔

اس طرح اگر معاشرے کے حقوق کی ادائگی اپنی ذمے داری اور اپنا فریضہ سمجھا جانے لگے اور اس کی ادائگی میں غفلت ہوجانے پر دل بیقرار ہوجائے تو اندازہ کیجئے وہ معاشر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنا اچھا ہوگا اور اس میں لوگوں کی زندگی کیسی عافیت وسکون کی ہوگی۔

اسلام کی تعلیمات نے مسلمانوں میں حقوق کی ادائگی کا بے پناہ احساس پیدا کر دیا تھا باہمی خیر خواہی وخبرگیری و تعاون وتناصر کا جذبہ اس قدر بیدار تھا کہ ان کی بے پناہ مصروفیتیں بھی ان حقوق کی ادائگی میں ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی تھیں اور ان کی بڑائی وجلالت شان بھی اس معاملہ میں حارج نہیں ہوتی تھی۔ یہ منظر بھی دیدنی تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین ہیں اور روزانہ ایک خاندان میں جاتے ہیں اور اس کی بکریاں دوہ کر دودھ اُن کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اُس خاندان کی بکریاں وہ خلافت سے پہلے دوہا کرتے تھے اور خلافت مل جانے کے بعد بھی ان کے معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔ علامہ ابن الجوزی یہ روایت نقل کرتے ہیں: "کان ابوبکر یحلب للحی اغنامهم فلما بویع قالت جاریة من الحی الآن لا یحلب لنا منائح دارنا فسمعها فقال بلی لاحلبنها لکم فکان یحلب لهم" یعنی ابوبکر ایک قبیلہ کی بکریاں دودھ دیا کرتے تھے جب ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی اور وہ خلیفۃ المسلمین ہوگئے تو اس قبیلہ کی ایک لڑکی نے کہا۔ اب تو ابوبکر ہماری بکریاں نہ دوہیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی بات سنی تو فرمایا، کیوں نہ دوہوں گا اب بھی ضرور تمہاری بکریاں دوہا کروں گا چنانچہ حضرت ابوبکر نے خلافت ملنے کے بعد بھی اپنا یہ معمول جاری رکھا اور ان کی بکریاں دوہتے رہے۔

(صفوۃ الصفوہ ص۹۸ ج ۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہ واقعہ پڑھیے کہ خلیفۃ المسلمین ہوجانے کے بعد بھی اُس معذور عورت کی خدمت برابر کرتے رہے جس کی کرتے آئے تھے۔

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ رات کی تاریکی میں حضرت عمر کو ایک گھر میں جاتے دیکھا میں نے وہ گھر پہچان لیا۔ جب صبح ہوئی تو تفتیش میں لگا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اُس گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک اندھی اپاہج لولی لنگڑی عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے اس سے کہا ایک آدمی جو تمہارے پاس آتا رہتا ہے وہ کیوں آتا ہے؟ اس نے جواب دیا " یتعاھدنی منذ کذا و کذا۔ یاتینی بما یصلحنی و یخرج عنی الاذی " وہ آدمی ایک زمانہ سے میری خبر گیری کرتا ہے۔ میری ضرورت کی چیزیں لا کر رکھ دیتا ہے اور میرا گھر کوڑا کرکٹ اور گندگی سے صاف کر دیتا ہے (حوالہ مذکورہ ص۱۰ ج ۱)

اسی طرح کے عام حالات تھے ہمارے اُن اسلاف میں۔ اور اسی طرح کے تعاون و ہمدردی و خبر گیری کے واقعات سے اسلام کی وہ تاریخ بھری پڑی ہے مگر افسوس ہے کہ اب مسلمانوں نے اسلام کی ان تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور وہ بھولے ہوئے ہیں کہ ان پر معاشرے کی کیا ذمے داریاں ہیں انھیں نہ اُن حقوق کا خیال رہا نہ ان حقوق کی ادائگی میں غفلت پر انھیں ندامت ہے۔[ع]

شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے وہ اسلاف ہر ایک کی خبر گیری کرتے تھے اور اس طرح پوشیدہ طریقے سے کہ اس کا اظہار نہ ہوتا، وہ یہ کام نہ جتلانے کے لئے کرتے تھے نہ ناموری کے لئے اور نہ کسی دنیوی غرض و ذاتی مفاد کے لئے، وہ یہ سب کچھ اللہ

ع میں یہاں ولنگٹن (نیوزی لینڈ) میں بیٹھا اپنی اس اصلاحی تحریر کو کتابی شکل دینے کے لئے اس پر نظر ثانی کر رہا ہوں۔ یہاں کچھ عرصہ گزارنے کا جو مجھے اتفاق ہوا ہے میں دیکھتا ہوں کہ اسلام نے حقوق العباد کا جو درس مسلمانوں کو دیا تھا اور جس کو ملحوظ رکھ کر مسلم معاشرہ دنیا والوں کے لئے ایک مثالی معاشرہ بن سکتا تھا اور دورِ صحابہ میں وہ ایک مثالی معاشرہ بنا ہوا تھا اب اس درس کو مسلمانوں نے تو بھلا دیا ہے لیکن اُسی کو ملحوظ رکھ کر اِن قوموں نے اپنے معاشرے کو نہایت خوشگوار بنا لیا ہے۔ ہم یہاں اِس ملک کے باشندوں میں باہمی تعاون و تناصر، ہمدردی و خبر گیری، حسن اخلاق و حسنِ سلوک کا جو مشاہدہ کر رہے ہیں اور اس سے جو طمانیت و مسرت کی فضا پائی جاتی ہے اس سے ہمارے

(باقی اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رضا کے لئے اور اس کے اس حکم کی تعمیل میں کرتے تھے جو اس نے فرمایا ہے "وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون" بھلائی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی اقتدار اور آپ کے فرمان کی اتباع کرتے ہوئے یہ سب کام کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا اسلامی بھائی ہے کوئی کسی پر نہ ظلم کرے نہ کسی کو پریشانی و مظلومیت کی حالت میں چھوڑے۔ جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت پوری کردے گا تو اللہ بھی اس کی حاجت پوری کرے گا۔ جو کسی مسلمان کا غم اور اس کی پریشانی دور کردے گا خدا اس کی قیامت کی پریشانی دور کردے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا خدا قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا" (بخاری و مسلم)

مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ سے للہ فی اللہ مواخاۃ چاہتا ہوں یعنی آپ کو بھائی بنانا چاہتا ہوں۔ فرمایا تم جانتے ہو مواخاۃ کا حق کیا ہے؟ اس نے کہا آپ بتا دیجئے۔ فرمایا اپنی جائداد اور اپنے روپے پیسے کے جیسے تم حقدار ہو تمہارا وہ بھائی بھی اسی طرح اس کا حقدار ہوگا۔ اس کا حق تم سے کم نہ ہوگا۔ اس نے کہا پھر تو میں ابھی اس مقام تک نہیں پہونچا ہوں کہ اس کو اپنی جائداد کا اپنی ہی طرح پورا حقدار سمجھوں۔ فرمایا تو پھر جاؤ ابھی تم کسی کو اپنا بھائی بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

المجالس بالامانۃ شیخ فرماتے ہیں صحبت و ہم نشینی کے منکرات میں سے ہے کہ کوئی ساتھی یا دوست یا بھائی دوسرے کا راز فاش

(حاشیہ پچھلے صفحہ کا) یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اگر اسلام کے معاشرتی اصولوں پر پوری طرح عمل کیا جائے تو وہ معاشرہ کس قدر عمدہ و مثالی ہوگا۔ ۹ اپریل ۱۹۸۱ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردے اور اپنے دوست و بھائی کی خامیوں کو لوگوں سے ذکر کرے اور اس سے کوئی لغزش یا خطا ہو جائے تو اسے درگزر نہ کرے، بھلا کون آدمی ہے جس سے خطا نہ ہو۔ ساتھی و بھائی کے راز فاش کرنا یا اس کے عیوب لوگوں سے ذکر کرنا یا اس کی غلطی معاف نہ کرنی دوستی و بھائی چارہ کے منافی ہے۔ دوست و بھائی کا راز ایک امانت ہوتا ہے اسے فاش کرنا امانت میں خیانت کا مرتکب ہونا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" المجالس بالامانة " مجلس میں جو باتیں ہوں وہ امانت ہیں، گویا اس کا فاش کرنا خیانت ہے اور یہ منافق کی نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ امانت کی پاسداری نہیں کرتا وہ اُس میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔

مسکین نوازی شیخ فرماتے ہیں اور معاشرے کے اندر پائی جانے والی منکرات میں سے یہ بات بھی ہے کہ لوگ حکام کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور مالداروں سے ملنا جلنا زیادہ پسند کرنے لگے ہیں اور فقراء و مساکین اور غریب طبقے سے لگاؤ رکھنا اور ان سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کی اکثریت غریبوں کو حقیر سمجھتی ہے اور ان کی ریکھ ریکھ سے کتراتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو غریبوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا تھا۔ فرمایا" وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۔ الآیہ ۔ اے نبی اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی خوشنودی کے لئے صبح و شام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو، کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ اور کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا معاملہ اعتدال کا نہیں اسراف کا ہے (پ ۱۵ ع ۱۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن سبھاری بھرکم موٹا تگڑا آدمی حاضرِ عدالت ہوگا، اللہ کے پاس اُس کا وزن مکھی کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا" (بخاری و مسلم)۔ یعنی وہ خوش عیش موٹا تگڑا آدمی جس کو دنیا دار لوگ بڑا وزن دار اور بادقعت سمجھتے رہے ہیں وہ خدا کی نظر میں بالکل بے وقعت ہوگا۔ اور حضرت ابوہریرہؓ ہی سے یہ حدیث بھی مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کتنے بکھرے بال و پریشان حال لوگ ہیں جو دروازوں سے ہٹا دیئے جاتے ہیں لیکن خدا کی نظر میں وہ اتنے بادقعت ہیں کہ اگر وہ خدا پر کوئی قسم دیدیں تو خدا اسے پوری کر دیتا ہے" (مسلم)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے "اللھم أحیینی مسکینا وأمتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین" اے اللہ تو مجھے مسکین ہی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکین ہی کی حالت میں مجھے موت دے اور قیامت کے دن مسکینوں ہی کے ساتھ مجھے اٹھا" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ مسکین رہنے کی دعا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا "اس لئے کہ غربا و مساکین مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے" (ترمذی و بیہقی)۔

سبحان اللہ! کیا نصیب ہے غربا و مساکین کا کہ وہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھائے جائیں گے، غربا کے علاوہ کون ہیں جنھیں یہ شرف حاصل ہو ؎

گدایاں را ازیں معنی خبر نیست کہ سلطانِ جہاں با ماست امروز

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت مروی ہے کہ بادشاہِ وقت ہونے کے باوجود ان کا یہ حال تھا کہ جب مسجد میں داخل ہوتے اور کسی مسکین کو بیٹھا ہوا دیکھتے تو خود بھی اس کے پاس جاکر بیٹھ جاتے اور فرماتے "ایک مسکین ایک مسکین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس بیٹھا ہے ۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حال تھا۔ آپ مسجد میں تشریف لے جاتے اگر فقراء و مساکین کا کوئی حلقہ ہوتا تو اسی میں جا کر بیٹھتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ایک دفعہ کا واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور فقرائے مہاجرین بھی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فقرائے مہاجرین کے حلقے میں بیٹھ گئے۔ میں نے آپ کو اُن کے زمرے میں بیٹھتے ہوئے دیکھا تو میں بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کر وہیں گیا اور انھیں کے زمرے میں بیٹھ گیا، اسی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" فقرائے مہاجرین کے لئے یہ خوش خبری ہے جس سے انھیں خوش ہونا چاہیئے کہ وہ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے "۔ عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ خوش خبری سن کر فقرائے مہاجرین کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے، یہاں تک کہ مجھے آرزو ہوئی کاش! میں بھی انھیں فقرائے مہاجرین میں سے ہوتا۔ (مسند دارمی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو اس بات کا حکم بھی دیتے تھے کہ فقراء و مساکین سے محبت کرو۔ ان کے پاس بیٹھو، ان کو اپنے سے قریب کرو، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا" یا عائشۃ احبی المساکین وقربہم فان اللہ یقربك یوم القیامۃ " اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کر اور ان کو اپنے سے قریب کر، اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اپنے سے قریب کرے گا (ترمذی و بیہقی)۔ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" اَمَرَنی خلیلی بسبع۔ امرنی بحب المساکین والدنو منہم"۔ الحدیث فرماتے ہیں میرے دوست (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے سات چیزوں کا حکم دیا ہے، مجھے حکم دیا ہے مسکینوں سے محبت کرنے کا اور ان سے قریب رہنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا (گویا سب سے پہلا حکم یہی دیا) اس کے علاوہ چھ حکم اور دیئے جو اس حدیث میں مذکور ہیں۔ یہ مسند احمد کی روایت ہے جو مشکوۃ باب فضل الفقرا میں ہے)

فقرا و مساکین کی اتنی فضیلت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے اس عمل کے باوجود آج مسلمانوں کا یہ حال ہوگیا ہے کہ وہ غربا و مساکین کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنا اپنی شان کے خلاف اور باعث توہین سمجھتے ہیں۔ معاشرے میں غریب و امیر کے درمیان جو فاصلہ پیدا ہوگیا ہے اور طلب دنیا کا جو زبردست رجحان پیدا ہوگیا ہے جس سے کہ معاشرے کی بہت سی برائیوں نے جنم لیا ہے اس میں اس ذہنیت کا بہت بڑا دخل ہے۔

تکریم علما و اکابر شیخ فرماتے ہیں معاشرے کی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ بھی ہے کہ لوگ علما و صلحا کے حقوق میں غفلت برتنے لگے ہیں، حالانکہ یہی دینی پیشوا ہیں اور انھیں کو دینی حیثیت سے بڑائی حاصل ہے اور علما کی عزت و توقیر اور بزرگوں کی تکریم و تعظیم کی بابت کئی حدیثیں مروی ہیں۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا" وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہم میں سے بڑے کے فضل و شرف کا لحاظ نہ کرے۔ اس حدیث کو ابوداؤد و ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوداؤد میں "شرف کبیرنا" کے بجائے "حق کبیرنا" ہے۔ یعنی "جو ہم میں سے بڑے کا حق ملحوظ نہ رکھے"۔ اور اللہ و رسول کی نظر میں بڑا وہی ہے جو دینی اعتبار سے بڑا ہو نہ کہ دنیاوی اعتبار سے۔ جس کو دین سے جتنا ہی زیادہ تعلق ہو اتنا ہی زیادہ وہ بڑا ہے اور بلند مرتبہ والا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرمایا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ "جو شخص جس مرتبہ کا ہو اُس کو وہی مرتبہ دو" اس حدیث کو امام حاکم نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام مسلم نے بھی اس حدیث کو صحیح مسلم کے شروع میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

اور ابو سعید سمرہ بن جندب سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں۔ میرا شمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لڑکوں میں ہوتا تھا۔ میں کم عمر تھا لیکن آپ کا طور طریق اور آپ کی حدیثیں یاد رکھتا تھا، اور کوئی موقع ہو تو میں بھی بولتا تھا مگر جب مجلس میں عمر رسیدہ بزرگ لوگ ہوتے تو میں ادباً خاموش رہتا (بخاری و مسلم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو جوان کسی بوڑھے بزرگ کی اس کی عمر کا لحاظ کر کے اس کی عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس جوان کے لئے بھی اُس عمر میں عزت و تکریم مقدر کر دیتا ہے" (ترمذی)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کا بوسہ دیا۔ اور کعب بن مالک سے روایت ہے کہ جب میری توبہ نازل ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے دست مبارک کا بوسہ دیا۔ اور حاکم نے صحیح سند سے بریدہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سر اور پاؤں کا بوسہ دوں۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور اس نے بوسہ دیا۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو وہاں کے خواص و عوام آپ سے ملنے آئے۔ آپ نے فرمایا میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے دریافت کیا کون؟ فرمایا۔ ابو عبیدہ۔ لوگوں نے کہا وہ ابھی تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے تو حضرت عمرؓ نے ان سے معانقہ کیا اور حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ کا بوسہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ کی اُن کے علم و فضل و بزرگی کی وجہ سے بڑی عزت کرتے تھے اور ان سے بڑی محبت رکھتے تھے، علامہ ابن الجوزی نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اپنی مجلس میں فرمایا۔ سب لوگ اپنی اپنی تمنا ظاہر کرو۔ چنانچہ ایک صاحب نے فرمایا میری تمنا یہ ہے کہ یہ مکان سونے سے بھرا ہوا مجھے مل جائے اور میں وہ سب راہِ خدا میں خرچ کر دوں۔ دوسرے صاحب نے فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے ایک مکان موتی زبرجد اور جواہر سے بھرا ہوا مل جائے اور میں وہ سب راہ خدا میں خرچ کر دوں۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا "اتمنی لو ان هذا الدار مملوءة رجالا مثل ابی عبیدة بن الجراح" میری تمنا ہے کاش یہ گھر ابوعبیدہ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو۔ (صفوة الصفوة ص ۲۴۴ ج ۱)

حضرت عمر اور تمام صحابہ اہل علم و فضل کی بڑی قدر کرتے تھے، چنانچہ گزر چکا ہے کہ حضرت زید بن ثابت جو علمائے صحابہ میں سے تھے گھوڑے پر سوار ہونے لگتے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ موجود ہوتے تو حضرت زید کے گھوڑے کی رکاب تھام لیتے۔ نیز ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے حضرت زید بن ثابت گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو حضرت عمر نے آگے بڑھ کر ان کے گھوڑے کی رکاب پکڑ لی۔ حضرت زید کے شاگرد کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا، لوگو! اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح عزت و تکریم کا برتاؤ کرو۔

سلام شرعی و غیر شرعی

شیخ فرماتے ہیں اور مسلم معاشرے میں بھی نئی تہذیب کی یہ علت گھس آئی ہے کہ وہ شرعی سلام "السلام علیکم" کے بجائے ملاقات کے وقت "نهارك سعيد" "صباح النور"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"صباح الخیر"۔ "مساء الخیر"۔ گڈ مارننگ اور گڈ نائٹ وغیرہ نئے رواج یافتہ سلام کرتے ہیں۔ کوئی چپ چاپ سر کی طرف ہاتھ اٹھالیتا ہے، کوئی سلام کرنے کے لئے ہاتھ اٹھاکر سر جھکالیتا ہے۔ بعض لوگ تو اس قدر سر جھکا لیتے ہیں کہ وہ بالکل فرشی سلام ہو جاتا ہے۔ یہ سب منکرات و غلط عادات ہیں جو مسلم معاشرے میں بھی آگئی ہیں اور کچھ لوگوں نے یہ پاکیزہ شرعی سلام چھوڑ کر غیر شرعی، سلام اختیار کر لیا ہے، اور بعض جگہ اس سے بھی بری عادت یہ پیدا ہو گئی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس سے چپ چاپ گزر جاتا ہے ان دونوں میں سے کوئی کسی کو سلام نہیں کرتا۔ الا یہ کہ ان دونوں میں تعلقات ہوں یا جان پہچان ہو، حالانکہ جب بھی دو مسلمان باہم ملیں یا پاس سے گزریں ان میں جان پہچان ہو یا نہ ہو انھیں ایک دوسرے سے سلام کرنا چاہیئے۔ یہ ان دونوں پر اسلامی حق ہے۔ اسی طرح لوگوں کو چاہیئے کہ جب وہ اپنے گھر میں یا غیر کے گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کریں۔ اسی طرح لڑکوں کے پاس سے کسی کا گزر ہو تو ان کو سلام کریں، لیکن لوگوں نے اب عموماً بچوں پر گزرتے وقت سلام کرنا اور گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا ترک کر دیا ہے، حالانکہ قرآن و حدیث میں اس کی تاکید آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ " اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔ یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے، امید ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے (پ ۱۸ ع ۱۰) نیز فرمایا " فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً " جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ یہ خدا کی طرف سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبارک و پاکیزہ تحفہ ہے (پ ۴ ع ۱۴) اور فرمایا " وَاِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوهَا " اور جب کوئی تمہیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر جواب دو یا کم از کم اسی طرح جواب دو (پ ۵ ع ۸) یعنی کوئی تمہیں " السلام علیکم " کہے تو بہتر یہ ہے کہ تم جواب میں " وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ " کہو۔ ورنہ کم از کم " وعلیکم السلام " کہہ کر اس کا جواب دے دو۔

اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا " تو کھانا کھلائے اور سلام کرے ہر اس شخص سے جسے تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو " (بخاری و مسلم)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرشتوں کے ایک مجمع کی طرف انھیں بھیجا اور فرمایا جا کر ان کو سلام کرو اور غور سے سنو وہ سلام کا جواب کیا دیتے ہیں، جو جواب وہ دیں وہی تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام ان کی طرف گئے اور ان سے " السلام علیکم " کہا، فرشتوں نے جواب دیا " السلام علیک ورحمۃ اللہ " فرشتوں نے " ورحمۃ اللہ " کا اضافہ کیا۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت ابوہریرہؓ ہی سے یہ حدیث بھی مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " تم جنت میں نہ داخل ہوگے یہاں تک کہ ایمان لاؤ۔ اور تم ایمان والے نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا میں تمہیں نہ بتادوں جسے تم کرنے لگو تو آپس میں محبت پیدا ہو؟ فرمایا۔ آپس میں سلام کو رواج دو۔ سلام کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے " اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت انسؓ سے مروی ہے فرمایا میں نے آٹھ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ آپ نے ایک بار مجھ سے فرمایا " اے انس کامل وضو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کرو اس کی برکت سے عمر میں اضافہ ہوگا۔ اور میری امت کے جس فرد سے بھی ملو اس کو سلام کرو، اس سے تمہاری نیکیاں بہت ہو جائیں گی۔ اور جب اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں پر سلام بھیجو اس سے تمہارے گھر میں بڑی بھلائی ہوگی"۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے جسے امام ترمذی نے صحیح کہا ہے کہ "جب تم اپنے گھر والوں پر داخل ہو تو سلام کرو اس سے تم پر بھی برکت نازل ہوگی اور تمہارے گھر والوں پر بھی"۔ اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ "جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اس گھر والوں کو سلام کرو اور جب اس گھر سے نکلو تو سلام کر کے نکلو"۔ اس روایت میں مطلق حکم ہے کوئی بھی گھر ہو اپنا گھر ہو یا غیر کا۔ حکم ہے کہ سلام کر کے گھر میں داخل ہو اور نکلتے وقت بھی سلام کرو۔

شیخ نے فرمایا، اسی طرح ایک بُری عادت لوگوں میں یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ سلام کرتے بھی ہیں تو مصافحہ نہیں کرتے اور خندہ پیشانی سے نہیں ملتے۔ حالانکہ سلام کے ساتھ مصافحہ کرنا اور خندہ پیشانی سے ملنا بہت مستحب ہے۔ ابوالخطاب قتادہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا کیا صحابہ کرام میں مصافحہ کرنے کا معمول تھا؟ تو حضرت انسؓ نے جواب دیا کہ ہاں مصافحہ کرنا صحابۂ کرام کا معمول تھا۔ (بخاری)

اور حضرت براء بن عازب سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو مسلمان بھائی ملیں اور سلام کر کے آپس میں مصافحہ کریں تو ان دونوں کے جُدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیتا ہے"۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے نقل کیا۔ اور یہ حدیث صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مصافحہ کرنا ملاقات کے وقت ہے نہ کہ مسجد میں نماز کے بعد جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے لوگ نماز سے فارغ ہو کر امام سے یا آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں ؎

؎ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اخلاقاً اس کے لئے سر جھکا لے؟ فرمایا نہیں، سوال کیا، تو کیا اس سے چمٹ جائے اور اس کو بوسہ دے؟ فرمایا، نہیں۔ پوچھا تو کیا اس سے مصافحہ کرے؟ فرمایا، ہاں۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ یہی نیکی ہو کہ تم اپنے کسی مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو۔" (مسلم)

شیخ فرماتے ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصافحہ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

بچوں کو سلام کرنے کی بابت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بچوں کے پاس سے گزرے ہم لوگ کھیل رہے تھے آپ نے فرمایا "السلام علیکم یا صبیان"۔ اسی طرح بہت سے صحابہ کی بابت مروی

ے (پچھلے صفحہ کا حاشیہ) بعض جگہ عام نمازوں کے بعد تو نہیں لیکن نماز جمعہ سے فراغت کے بعد لوگ امام صاحب سے اور نماز میں شامل دوسرے حضرات سے سلام و مصافحہ کرتے ہیں مفتی مولانا کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں "نماز جمعہ و عیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور اس کو اس وقت کی خاص سنت سمجھنا مکروہ ہے کراہت تنزیہی ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تنزیہی کو ہلکا سمجھ کر مصافحہ کیا جائے" (کفایت المفتی ص۲۳۵ ج۳) نماز عیدین کے بعد تو اکثر مقامات میں عید کی مبارکباد دیتے ہوئے لوگ مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ اس عیدی مصافحہ و معانقہ کو مولانا محمد بشیر صاحب قنوجیؒ نے بدعت کہا ہے، فرماتے ہیں "المصافحة والمعانقة بعد صلوة العيدين من البدع المذمومة المخالفة للشرع" (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص۲۹۶ ج۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ان کا گزر بچوں پر ہوا تو انھوں نے بچوں کو سلام کیا۔

حقوق مسلم

اور مسلم معاشرے میں ایک خرابی یہ آگئی ہے کہ وہ مریضوں کی تیمارداری کا اور میت کے ساتھ قبرستان تک جانے کا، اور نماز جنازہ میں حاضر ہونے کا، اور کفن دفن میں شریک ہونے کا، اور میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی مغفرت وثبات قدمی کے لئے دعا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ یہ اسلامی معاشرے کے حقوق و آداب ہیں جن کا خیال رکھنا ہر مسلمان کو ضروری ہے۔

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے مریض کی تیمارداری کا، جنازہ کے ساتھ جانے کا اور چھینکنے والے کو جواب دینے کا (جب کہ وہ چھینکنے پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہے)۔ اور قسم پوری کرنے کا، اور مظلوم کی مدد کرنے کا، اور دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا، اور سلام کو رواج دینے کا۔ (بخاری ومسلم)۔

اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو کچھ دیر ٹھہرتے اور فرماتے "اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی اور ثبات قدمی کی دعا کرو کیونکہ ابھی اس سے سوالات شروع ہو جائیں گے"۔ (ابوداؤد)

اور مسلم معاشرہ میں یہ خرابی بھی پیدا ہو گئی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے دکھ سکھ سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ کسی مسلمان بھائی پر کوئی مصیبت نازل ہو گئی، وہ جل گیا ہے، کٹ گیا ہے، وہ کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہے، کسی آفت میں مبتلا ہو گیا ہے، اس پر کوئی افتاد آپڑی ہے، کسی تنگی یا الجھن میں پھنس گیا ہے تو لوگ اس کی خبر گیری کا، اس کی مصیبت دور کرنے کا اور اسے سہارا دینے کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہتمام نہیں کرتے، کسی مسلمان کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنا اور اس کی خوشی کو اپنے لئے باعث خوشی سمجھنا مسلم معاشرے سے ختم ہوتا جارہا ہے۔ اب تو کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو دکھ پہونچتا ہے تو بعض مسلمانوں کو اس سے خوشی ہوتی ہے اور کسی مسلمان کو فائدہ و خوشی حاصل ہوتی ہے تو بعض مسلمانوں کو اس سے دلی رنج ہوتا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں تم بہت سے لوگوں کو دیکھو گے جن کی معاشرے میں بڑی حیثیت ہے، یا جن کو کوئی عہدہ ملا ہوا ہے اور وہ اس بات پر قادر ہوتے ہیں کہ وہ اپنے عہدے اور اپنی شخصیت کے زور سے بندگانِ خدا کو فائدہ پہونچادیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی کردیں، کسی مصیبت والے کی مصیبت دور کردیں مگر وہ ایسا نہیں کرتے بلکہ کوئی ضرورت مند ان سے مدد حاصل کرنے آتا ہے اور مدد کرنے کی التجا کرتا ہے تو اس سے وہ اذیت محسوس کرتے ہیں۔ اور اگر مدد بھی کرتے ہیں تو اپنا کوئی ذاتی مفاد ملحوظ رکھ کر کرتے ہیں۔ محض اللہ کی رضا کے لئے مدد کرنے کا ان میں جذبہ نہیں ہوتا۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کام کو اہمیت نہیں دیتا وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے، اور جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے لئے اور اس کے رسول اور اس کی کتاب اور ائمہ مسلمین کے لئے خیر خواہی کا جذبہ نہیں ہے تو وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کا مددگار ہوتا ہے جو اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا ہے۔ (مسلم)

خدام کا خیال

شیخ فرماتے ہیں اور مسلم معاشرے میں یہ منکر بھی پایا جارہا ہے کہ لوگ کھانا کھانے میں اپنے خدام و ملازمین کو شریک کرنا اور اپنے دسترخوان پر ملازموں اور نوکروں کو بٹھانا اپنی برتری و بڑائی و وقار کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافی سمجھتے ہیں۔ بسا اوقات خادم دسترخوان کے پاس کھڑا ہوتا ہے مگر اپنی بڑائی کا احساس رکھنے والے لوگ نہ اسے اپنے ساتھ کھانے پر بلاتے ہیں نہ اپنے ساتھ اسے کھلانا پسند کرتے ہیں۔ یہ طریقہ خلاف سنّت ہے اور اسلامی تعلیم کے بالکل منافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادموں کے ساتھ کھاتے تھے۔ ان کے گھر جاکر ان کا حال چال معلوم کرتے تھے۔ آپ ان کے ساتھ کسی طرح کا امتیازی سلوک نہیں کرتے تھے۔

تحقیر و تمسخر کی علّت

معاشرے کی منکرات میں سے ایک منکر یہ بھی ہے کہ لوگوں میں سے بعض لوگ بعض کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جس کا وہ مذاق اڑا رہے ہیں شاید وہ ان سے بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ " اے ایمان والو! کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے ہو سکتا ہے جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو وہ تم سے بہتر ہو، اور کوئی عورت کسی عورت کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ عورت مذاق اڑانے والی عورت سے بہتر ہو (پ ۲۶ ع ۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " آدمی کو برا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (مسلم)۔ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر سمجھے تو وہ برا آدمی ہے اس کے برا آدمی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

عزت و ذلت کا معیار

آج کل عموماً مالدار طبقہ غریبوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور خود کو معززین میں شمار کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ و رسول نے عزت و ذلت کا معیار دولت کو نہیں تقویٰ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے۔ جو شخص نیک ہے وہ معزز ہے اور جو نیک نہیں ہے وہ معزز نہیں ہے اور جس میں جتنی ہی زیادہ نیکی و تقویٰ ہے وہ اتنا ہی زیادہ صاحبِ عزت ہے اور جس میں نیکی و تقویٰ کی جتنی کمی ہے وہ اُتنا ہی کم معزز ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا " یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ ۔۔۔ الآیہ " لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (پ۲۶ ع ۱۴)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک تقریر میں فرمایا " لوگو! خبردار رہو تم سب کا خدا ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے مگر تقویٰ کے اعتبار سے، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، بتاؤ میں نے تمہیں یہ بات پہونچادی ہے؟ لوگوں نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! فرمایا اچھا جو موجود ہے وہ اُن لوگوں تک یہ بات پہنچا دے جو موجود نہیں ہیں " (بیہقی)۔ نیز ایک حدیث میں آپ نے فرمایا " اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب نسب نہیں پوچھے گا، اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو " (ابن جریر)۔ ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم " خدا تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے " (مسلم و ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر طوافِ کعبہ کے بعد جو تقریر فرمائی تھی اس میں آپ نے فرمایا تھا " شکر ہے اُس خدا کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کا تکبّر دُور کر دیا۔ لوگو! تمام انسان بس دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں، ایک نیک اور پرہیزگار۔ جو اللہ کی نظر میں عزت والا ہے، دوسرا فاجر اور شقی۔ جو اللہ کی نظر میں ذلیل ہے۔ ورنہ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔" (بیہقی فی شعب الایمان و ترمذی)۔

گویا عزت و فضیلت کی بنیاد نہ دولت و ثروت ہے نہ قومیت و برادری نہ شکل و صورت، بلکہ اس کی بنیاد تمام تر تقویٰ و پرہیزگاری ہے، جو شخص جتنا زیادہ خدا سے ڈرنے والا، برائیوں سے بچنے والا اور نیکی و پرہیزگاری کی راہ پر چلنے والا ہو وہ خواہ کسی بھی قوم و برادری کا ہو کسی بھی شکل و صورت کا ہو، امیر ہو یا غریب، وہ اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر صاحبِ عزت و قابلِ قدر ہے۔ اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ بہرحال ایک کمتر درجے کا انسان ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب، کالا ہو یا گورا، یا کسی بھی برادری سے اس کا تعلق ہو۔

لاٹری شیخ نے معاشرے میں پائی جانے والی منکرات کے ذکر میں لاٹری کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ یہ برائی بھی بہت عام ہو گئی ہے حالانکہ یہ از قسم جوا ہے جو بالکل حرام ہے۔ مگر یہ حرام کام مختلف انداز میں بعض مسلم ممالک میں بھی پایا جا رہا ہے اور بعض ادارے بھی رفاہی کاموں میں پیسے کی فراہمی کا مقصد ظاہر کر کے اس قسم کا کام کر رہے ہیں، حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔

ترقی و تقدّم کا غلط تصور شیخ فرماتے ہیں مسلمانوں میں بڑا تساہل اور بڑی مداہنت پیدا ہو گئی ہے، وہ اپنی دینی وضع، دینی کردار اور دینی رنگ کو اختیار کرنے کی بجائے دوسروں کی وضع، دوسروں کے طور طریق اور دوسروں کا رنگ اختیار کرنے پر مائل نظر آتے ہیں اور اسے ترقی و تقدم کا تقاضا سمجھتے ہیں، وہ اس بات کو بھولے ہوئے ہیں کہ اسلام ہی دینِ فطرت ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صالح ترقی و تعمیر کا ذریعہ ہے۔ ان حضرات کو اگر صحیح واقفیت ہو جائے تو سمجھ میں آجائے کہ ہمارے اسلاف نے دین کو اختیار کر کے دنیا کو کس قدر متمدن و مہذب بنا دیا اور انسانی قدروں سے دنیا کو روشناس کرایا، ان کے سامنے صرف دنیوی بھلائی نہ تھی انھوں نے دُنیوی و اُخروی دونوں بھلائی حاصل کی اور تمام لوگوں کو عاقبت اندیشی کا درس دیا، دنیا نے ان کے کردار کا وزن محسوس کیا، ان کی عزیمت و ایمانی قوت نے وہ کرشمہ دکھایا کہ بڑے بڑے فراعنہ و جبابرہ کے سر غرور جھک گئے، وہ لہو و لعب، زیبائش و آرائش، فخر و مباہات اور افزونیٔ مال و اولاد کے جال میں پھنس کر اپنے فرائض و واجبات کی ادائگی سے غافل و بے بہرہ نہ ہوئے لیکن اب اُن کے پیچھے ایسی ناخلف نسل آئی ہے جو اُن کی خوبیوں سے انجان ہو گئی ہے جس نے اُن کے آثار کو ضائع کر دیا ہے اور جو تہذیب جدید کی اباطیل و خرافات میں پھنس کر ایسے بے بصیرت و اندھے ہو گئے ہیں کہ اب اپنے اسلاف کے محاسن اور اپنے دین کی خوبیوں پر ان کی نظر نہیں جاتی۔ کاش وہ اس حقیقت کو جان سکتے کہ ترقی و تقدم یہ ہے کہ لوگوں کو اخلاق فاضلہ حاصل ہوں، علم صحیح کی دولت نصیب ہو، اور وہ صاحب کردار انسان بن جائیں۔

ترقی و تقدم کی بھلا یہ کون سی قسم ہے کہ ایک شہوانی انقلاب آیا ہوا ہے، عقل پر شہوات کا غلبہ ہو گیا ہے، اور لوگوں کا مزاج ایسا فاسد ہو گیا ہے کہ ترقی و تقدم کے نام پر تہذیب جدید کے ہر اُبھرتے نقش کو بُرے بھلے کی تمیز کے بغیر اس طرح گلے سے لگانے کے لئے اندھے بہرے ہو رہے ہیں گویا ان میں غور و فکر کی کوئی صلاحیت نہیں رہ گئی ہے اور وہ کوئی سوچ بوجھ والی مخلوق نہیں رہ گئے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔

مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

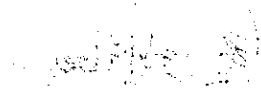

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

18 1

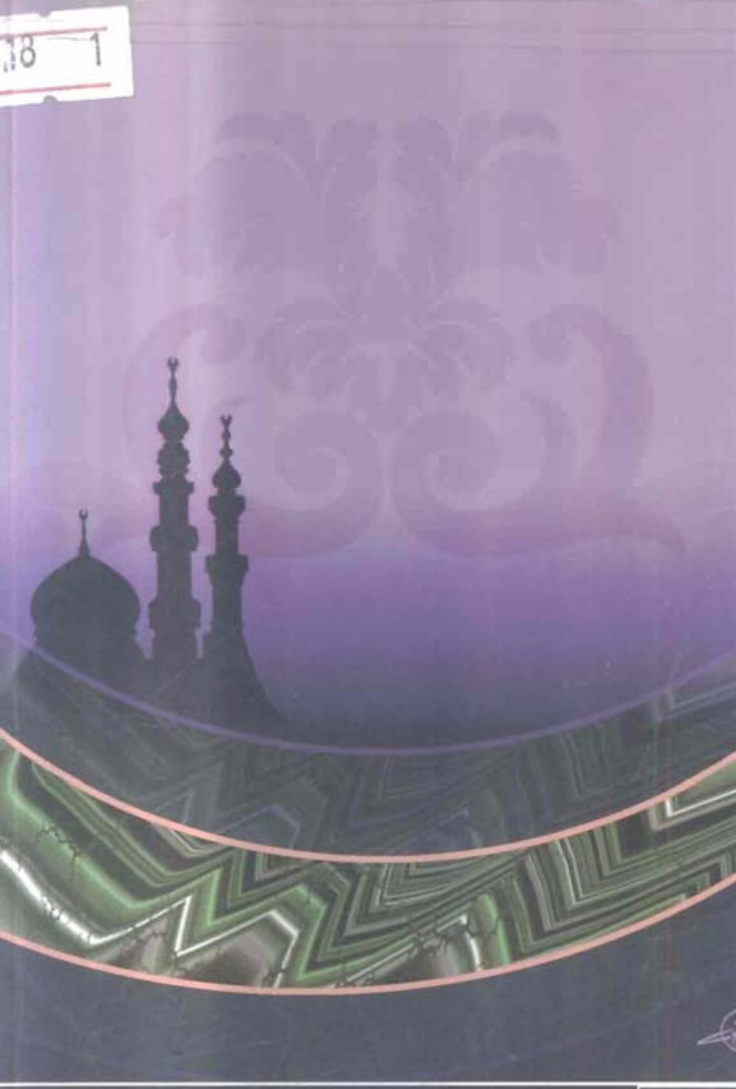

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالشط
الرياض - ١١٤١٨ ص .ب ٣١٧١٧ هاتف : ٤٢٠٠٦٢٠ ناسوخ : ٢١٩٠٦